Oriental College Magazine, Vol.102, No. 02, Serial No. 384, 2026

پنجابی زبان وادب میں تذکرہ نگاری کی روایت
(آغاز وارتقاء کا تحقیقی وتوصیفی مطالعہ)

جہانزیب علی اعوان

پی ایچ ڈی (پنجابی)، وہاڑی

The Tradition of Tazkira Writing in Punjabi Language and Literature: A Research and Critical Study of Its Origin and Evolution

Jahanzaib Ali Awan
PhD (Punjabi), Vehari

Abstract

This research paper delves into the antiquity and richness of the Punjabi language, tracing its roots to the pre-Aryan Indus Valley Civilization. The primary objective of the study is to analyze the tradition of ***Tazkira Nigari*** (biographical anthologies) in Punjabi literature, which serves as a vital tool for preserving the cultural and literary heritage of the region. This article explores the transition of this genre from its primitive form, the *Bayaz* (personal diaries) to structured historical and critical volumes. By examining the works of pioneering scholars such as Baba Budh Singh and Maula Bakhsh Kushta, the paper highlights how this tradition evolved under the influence of Arabic, Persian, and Urdu literary norms. The study further categorizes the existing literature into five distinct types: Formal *Tazkiras*, Literary histories, thematic anthologies, research theses, and literary directories. A significant portion of the research is dedicated to "District Histories," which provide an invaluable record of local poets and regional dialects. By documenting the contributions of classical Sufi poets and modern writers across various sub-dialects, this paper concludes that *Tazkira Nigari* is not merely a biographical record but a foundational pillar for the critical and historical continuity of Punjabi literature.

Keywords:

Punjabi Language & Literature, Tazkira Writing, Meaning of Tazkira, Triditon of Tazkira, Introduction of Punjabi Tazkiras and District Histories in Punjabi Language.

پنجابی ایک قدیم اور زرخیز زبان ہے۔ اس کی قدامت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی جڑیں ہزاروں سال قدیم ہڑپائی اور وادیِ سندھ کی تہذیبوں سے جا ملتی ہیں۔ لسانیاتی اعتبار سے پنجابی زبان کا تعلق نہ تو آریائی خاندان سے ہے اور نہ ہی یہ دراوڑی قبیلے سے ماخوذ ہے۔ یہ زبان ان قدیم ادوار میں بھی رائج تھی جب آریا اور دراوڑ اقوام نے اس خطے کا رخ کیا اور اس وقت بھی اپنی شناخت برقرار رکھے ہوئے تھی جب یہاں ویدی اور سنسکرت بولنے والے آباد ہوئے۔ بعد ازاں پہلوی اور یونانی زبانیں بولنے والے گروہ یہاں وارد ہوئے تو پنجابی زبان نے ایک توانا تہذیبی واسطے کے طور پر ان کا استقبال کیا۔ مشہور محقق آصف خان اپنی تصنیف ''پنجابی بولی دا پچھوکڑ'' میں اسے ایک خالصتاً 'غیر آریائی' زبان قرار دیتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک پنجابی زبان کی اصل آریا اور دراوڑ اقوام کی آمد سے بھی پہلے کی ہے۔ لہٰذا اس کا لسانی رشتہ کسی بھی بیرونی زبان سے جوڑنا علمی بنیادوں پر درست نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ پنجاب کی دھرتی بیرونی حملہ آوروں کی آمد سے قبل ہی ایک مکمل تہذیب و تمدن کی امین تھی اور یہاں آنے والے فاتحین اس زبان کی مٹھاس اور گہرائی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

پنجابی زبان اپنی وسعت اور علمی ثروت کے اعتبار سے اپنے عہد کی کسی بھی ترقی یافتہ زبان سے کم تر نہیں رہی۔ اس کی قدامت اور کلاسیکی ادبی ورثہ اس کی 'امیری' اور فکری زرخیزی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے شلوک، حضرت سلطان باہوؒ کی عارفانہ سی حرفی، حضرت وارث شاہؒ کی لافانی ہیر، حضرت شاہ حسینؒ اور بابا بلھے شاہؒ کی وجد آفرین کافیاں، حضرت میاں محمد بخشؒ کی سیف الملوک اور حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی روہی کے سوز میں ڈوبی کافیاں نہ صرف پنجابی لسانی ارتقاء کا نقطہ عروج ہیں بلکہ اس زبان کی تخلیقی توانائی کا معتبر ترین حوالہ بھی ہیں۔ اس طویل اور مالامال ادبی سفر کے دوران جہاں صوفی شعراء، قصہ نگاروں، دانشوروں نے اس زبان کے دامن کو موتیوں سے بھرا وہیں اس گراں قدر سرمائے کو یکجا کرنے اور قلمبند کرنے کی ضرورت بھی محسوس کی گئی۔ اسی ضرورت نے پنجابی زبان میں ''تذکرہ نگاری'' کی روایت کو جنم دیا۔ تذکرہ نگاری دراصل اس لسانی اور ادبی شعور کا نام ہے جس کے ذریعے کسی بھی عہد کے تخلیق کاروں کے احوال اور ان کی تخلیقات کو تاریخ کے اوراق میں محفوظ کیا جاتا ہے، تاکہ آنے والی نسلیں اپنی علمی جڑوں سے جڑی رہیں۔ پنجابی زبان میں تذکرہ نگاری کے فن کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس آرٹیکل میں پنجابی زبان میں تذکرے کے لغوی اور اصطلاحی معنی، تذکرے کی تاریخ، تذکرے کی روایت، پنجابی زبان میں تذکرہ نویسی کی تاریخ اور پنجابی زبان پر لکھے گئے تذکرے، ادبی تاریخیں اور ضلعی تاریخوں کا مختصر تعارف بیان کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے ''تذکرہ'' کے بارے میں بات کرتے ہیں کہ ''تذکرہ'' اس لفظ کے معنی جب ہم دیکھتے ہیں تو

یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تذکرے سمیت کسی بھی لفظ کا کوئی ایک ہی معنی نہیں ہوتا۔ ہر لفظ اپنے اندر معانی کا ایک جہان رکھتا ہے۔ اس کے لغوی معنی کچھ اور ہوتے ہیں جبکہ اصطلاحی معنی کچھ مختلف ہوتے ہیں۔ الفاظ کے معانی کی جانکاری کے لیے سب سے اہم، بڑا، مستند اور بنیادی ذریعہ ''ڈکشنریوں''ہوتی ہیں، جن میں محققین اور ماہرین نے مکمل تحقیق و جانچ پڑتال کے بعد الفاظ کے معنی درج کیے ہوتے ہیں۔ انہی ڈکشنریوں کی مدد سے ہم تذکرے کے لغوی اور اصطلاحی معنی کا جائزہ لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ مختلف اہلِ علم نے ''تذکرہ'' کے کیا کیا معنی بیان کیے ہیں۔ تاکہ تذکرہ کے معنی کے بارے میں مکمل اور مستند آگاہی حاصل کریں۔ تذکرے کے معنی کو جاننے کے لیے پنجابی کے علاوہ اردو، فارسی اور انگریزی ڈکشنریوں سے بھی مدد لی گئی تاکہ تذکرے کے مکمل لغوی اور اصطلاحی معنی کو م سمجھا جا سکے۔ ان ڈکشنریوں میں ارشاد احمد پنجابی کی ''پنجابی اردو لُغت''، شریف کنجاہی کی ''مختصر پنجابی لُغت''، جمیل احمد پال کی ''پنجابی کلاسیکی لُغت''، اقبال صلاح الدین کی ''وڈی پنجابی لُغت''، سردار محمد خان کی ''پنجابی اردو ڈکشنری''، دلشاد کلانچوی کی ''سرائیکی لُغاتِ دلشادیہ''، سعد اللہ کھیتران کی ''پہلی وڈی سرائیکی لُغت''، شوکت مغل کی ''شوکت اللغات''، ادارہ پلاک کی ''پلاک ڈکشنری''، مولوی سید احمد دہلوی کی ''فرہنگِ آصفیہ''، وارث سرہندی کی ''علمی اردو لُغت''، نسیم امروہی کی ''فرہنگِ اقبال''، مولوی نورالحسن کی ''نوراللغات''، محمد اسحاق جلالپوری کی ''درسی اردو لُغت''، شان الحق حقی کی ''فرہنگِ تلفظ''، خواجہ عبدالحمید کی ''جامع اللغات''، مسعود عالم کی ''جدید اردو لُغات''، ڈاکٹر میاں محمد صدیقی کی ''قرآن مجید کا عربی اردو ترجمہ''، عبدالعزیز مینگل کی ''نوزبانی لُغت''، ڈاکٹر سلیم اختر کی ''تنقیدی اصطلاحات''، ''آکسفورڈ انگلش ڈکشنری''، ڈاکٹر جمیل جالبی کی ''قومی انگریزی اردو لُغت''، پروفیسر کلیم الدین کی ''انگریزی اردو ڈکشنری''، ''ہفت زبان لُغت''، ''اُردو ہندی ڈکشنری''، ''نسیم اللغات'' سمیت شیخ نیاز احمد کا ''اردو جامع انسائیکلوپیڈیا'' بھی شامل ہے۔ اِن ڈکشنریوں میں بعض اہلِ علم نے تذکرے کے صرف لغوی معنی بیان کیے ہیں۔ جیسے دلشاد کلانچوی کے نزدیک ''تذکرہ'' کے معنی ''گفتگو کرنا'' ہیں، جبکہ نسیم امروہی اسے ''ذکر بیان'' کے معنی میں لیتے ہیں۔ کلیم الدین نے اس کے معنی ''ذکر کرنا، یاد آنا، یاد رکھنا'' بیان کیے ہیں، جبکہ اسحاق جلالپوری نے ''ذکر اور یادداشت'' کے معنی پیش کیے ہیں۔ جمیل پال کے نزدیک تذکرے کے معنی ''چرچا کرنا اور گفتگو کرنا'' ہیں۔ اسی طرح خواجہ عبدالحمید، شان الحق حقی اور مسعود عالم نے بھی اس کے معنی ''ذکر، بیان اور یادداشت'' ہی بیان کیے ہیں۔ مزید بر آں اردو کے علاوہ دیگر زبانوں جیسے بنگالی، بلوچی، پشتو، سندھی اور کشمیری میں بھی ''تذکرہ'' کے معنی عمومی طور پر ''ذکر کرنا'' اور ''بیان کرنا'' ہی پائے جاتے ہیں۔ کچھ اہلِ علم نے ''یادداشت''

اور ”یاد گار “ کے علاوہ تذکرے کا ایک معنی ”افواہ“ بھی بیان کیا ہے، مگر یہ معنی مکمل طور پر تذکرے کے معنی سے مطابقت نہیں رکھتا، کیونکہ افواہ سے مراد ایسی بے بنیاد یا جھوٹی بات ہے جس کی کوئی حقیقت نہ ہو، جبکہ تذکرے کا تعلق ہی حقیقت اور صداقت سے ہے۔ اس لیے ”افواہ“ کو تذکرے کے معنی میں شامل کرنا درست نہیں۔ تزکرے کے معنی کو بیان کرتے ہوئے سید احمد دہلوی، خواجہ عبدالحمید، مسعود عالم پوری، سعد اللہ کھیتران، جمیل جالبی اور قائم رضا امروہی نے ”تذکرہ“ کو ”سوانح عمری“ کے معنوں میں بھی استعمال کیا ہے۔ سوانح عمری سے مراد کسی شخص کی زندگی کے حالات و واقعات یعنی اس کی آپ بیتی ہوتی ہے لیکن جب ہم اس لفظ کو ادبی تناظر میں دیکھتے ہیں تو اس سے مراد محض ذاتی زندگی کے حالات نہیں ہوتے بلکہ اس میں کسی ادیب یا شاعر کی ادبی خدمات، اس کا تخلیقی کام اور اس کی مطبوعات شامل ہوتی ہیں۔ تذکرے کے معنی کو بیان کرتے ہوئے کچھ ڈکشنری نویسوں نے لغوی معنی کے ساتھ ساتھ اصطلاحی مفہوم بھی بیان کیا ہے۔ جیسے ارشاد احمد پنجابی لکھتے ہیں کہ ”تذکرہ “ایک ایسی کتاب کو کہا جاتا ہے جس میں شاعروں کے حالاتِ زندگی اور ان کے کلام کے نمونے شامل ہوں۔ وارث سرہندی کے مطابق ”تذکرہ“ وہ کتاب ہے جس میں شعرا کی مختصر سوانح اور ان کا کلام درج ہو۔ شریف کنجاہی بھی اسی نوعیت کے خیالات رکھتے ہیں۔ سید احمد دہلوی نے شاعروں کے حالات کو تذکرہ قرار دیا ہے، جبکہ سعد اللہ کھیتران اور اقبال صلاح الدین کے نزدیک تذکرہ ایسی کتاب ہے جس میں شعرا کے حالاتِ زندگی اور نمونہ کلام شامل ہو۔ ڈاکٹر سلیم اختر نے بھی تذکرے کو عام سوانح عمری سے الگ کرتے ہوئے شعرا کے حالات و کوائف پر مشتمل کتاب قرار دیا ہے۔ اسی طرح ادارہ پلاک (PILAC) کی شائع کردہ ڈکشنری میں بھی تذکرے کو شعرا کے حالات اور نمونہ کلام پر مشتمل کتاب ہی کہا گیا ہے۔ ان تمام ڈکشنریوں میں تذکرے کے لغوی معنی معمولی فرق کے ساتھ تقریباً یکساں ہیں، جیسے ”یاد کرنا(Memoir) ، ذکر کرنا، بیان کرنا، چرچا کرنا، آپ بیتی، سوانح عمری، یادداشت اور گفتگو کرنا“ وغیرہ۔ تاہم ادبی اصطلاح میں ”تذکرہ“ سے مراد ایسی کتاب ہے جس میں شاعروں اور ادیبوں کی مختصر سوانح عمری کے ساتھ ان کے کلام کے نمونے بھی شامل ہوں۔ ان ڈکشنریوں کے مطالعے سے تذکرے کے لغوی اور اصطلاحی دونوں معنوں کے بارے میں جامع اور مستند آگاہی حاصل ہو جاتی ہے۔

اب اس امر کا جائزہ لیتے ہیں کہ تذکرے کی روایت کا آغاز کیسے ہوا اور اس کی تاریخی بنیاد کیا ہے۔ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ تذکرہ نگاری سے قبل ”بیاض“ لکھنے کا رواج عام تھا اور یہی بیاض دراصل تذکرے کی ابتدائی شکل تھی۔ ”اردو کی ادبی تاریخیں“ میں نامور محقق ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں:

> ”شعرا کے حالات لکھنے کی روایت تین منزلوں میں استوار ہوئی ہے۔ پہلی منزل بیاض کی تھی، جس میں صاحبِ بیاض اپنے پسندیدہ اشعار درج کر لیتا تھا۔ دوسری منزل تذکرے کی ہے، جس میں اشعار کے ساتھ ان کے مصنفین کے حالات بھی لکھ دیے جاتے ہیں اور انہیں تخلصوں کی ہجائی ترتیب سے درج کیا جاتا ہے۔ تیسری منزل ادب کی ہے، جس میں شعرا کو تاریخی ترتیب سے پیش کیا گیا، ادوار قائم کیے گئے اور ہر دور کی خصوصیات متعین کی گئیں۔“ (۱)

ڈاکٹر گیان چند کی تحقیق ہمیں یہ بتاتی ہے کہ تذکرے کی ابتدائی شکل بیاض ہے۔ بیاض ایک سادہ اور چھوٹی سی ڈائری ہوتی ہے جس میں صاحبِ بیاض نے اپنی پسند کے اشعار لکھے ہوتے ہیں۔ بیاض میں اشعار درج کرنے کی کوئی خاص ترتیب نہیں ہوتی بلکہ جیسے کوئی اچھا شعر سنا یا پڑھا اسے ڈائری میں لکھ لیا جاتا ہے۔ ادب سے تعلق رکھنے والوں کے علاوہ عام لوگوں کے پاس بھی اس طرح کی ایک ڈائری /کاپی ہوتی ہے۔ بعض لوگ دو چار صفحات کہ تہہ لگا کر خود ایک ڈائری بنا لیتے ہیں۔ اس ڈائری میں عام دنوں کی منتخب اور اہم و اچھی باتیں، کوئی لطیفہ، اقوالِ زرّیں، پہیلیاں، کہاوتیں اور یاد رکھنے والے کام سمیت کچھ نہ کچھ لکھا ہوتا ہے۔ ایسی ہی ڈائری ہم نے اپنے بزرگوں کے پاس بھی دیکھی ہوئی ہے اور ہمیں یاد پڑتا کہ جب سکول لیول پر تقریری مقابلے میں ہم حصہ لیتے تھے تو اس وقت ایک کاغذ پر ڈاکٹر علامہ اقبال کے منتخب اشعار لکھ کر ہر وقت وہ کاغذ جیب میں رکھتے تھے تا کہ اشعار کو اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے یاد کرتے رہیں۔ اس طرح یہ ڈائری ادبی زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے لیے اشعار لکھنے کا ذریعہ ہوتی ہے، جس میں ادب کے شوقین اپنی پسند کے اشعار لکھ لیتے اور وقتاً فوقتاً ایک دوسرے کو سناتے رہتے ہیں۔ بیاض کو ”سفینہ“ بھی کہا جاتا ہے۔ بیاض کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ شاعری اور بیاض ایک دوسرے کے ساتھی ہیں، کیونکہ شعر کہنے کی تاریخ جتنی پرانی ہے اتنی ہی پرانی بیاض کی تاریخ بھی ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ انسان نے ترقی کی اور ادب نے بھی نئی نئی منزلیں طے کیں، جس کے باعث بیاض میں بھی کئی اضافے ہونے لگے۔ ان اضافوں کے ساتھ بیاض اپنی ترقی یافتہ شکل تذکرے کے رنگ میں رنگی گئی۔ ڈاکٹر گیان چند کی بات کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے ڈاکٹر فرمان فتح پوری بیاض سے تذکرے تک کے سفر کے بارے لکھتے ہیں:

> ”بیاض میں جب اشعار کے ساتھ صاحبانِ اشعار کے نام اور تخلص شامل ہو گئے تو اس کا نام تذکرہ ہو گیا۔ بعد ازاں نام و تخلص میں خاص ترتیب پیدا کی گئی۔ مختصر حالاتِ زندگی کے ساتھ کلام پر تبصرے کا اضافہ ہوا اور تذکرہ بیاض سے آگے بڑھ کر نیم تاریخی، نیم سوانحی اور نیم

تنقیدی فضا میں داخل ہو گیا۔ وقت اور ماحول کی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ تذکروں پر ادبی تاریخ اور تنقید و سوانح کا رنگ گہرا ہوتا گیا۔ تین رنگوں کا یہی آمیزہ جسے حقیقی معنوں میں نہ ادبی تاریخ کہا جاسکتا ہے نہ تنقید نگاری اور سوانح نگاری، تذکرے کا فن قرار پایا۔ شعرا کے مختصر حالات، کلام پر سرسری تبصرہ اور انتخابِ اشعار کو اس کے عناصرِ ترکیبی میں شمار کیا گیا۔"(۲)

ڈاکٹر فرمان فتح پوری سمیت دیگر محققین کی بات یہ ظاہر کرتی ہے کہ بیاض نے تذکرے تک اپنا سفر کیسے طے کیا۔ بیاض جس میں ادب سے تعلق رکھنے والوں نے شاعروں کا کلام لکھا ہوتا تھا، وقت گزرنے کے ساتھ اس میں پہلی تبدیلی یہ آئی کہ منتخب اشعار کے ساتھ شاعروں کے نام اور تخلص بھی لکھے جانے لگے۔ پھر یہ تبدیلی مزید نکھرتی گئی اور شاعروں کے نام اور تخلص کے ساتھ ساتھ ان کا جائے سکونت بھی لکھا جانے لگا۔ آہستہ آہستہ ابتدائی معلومات کی شکل میں شاعر کا تعارف، حالاتِ زندگی اور واقعات بھی لکھے جانے لگے۔ اب بیاض، بیاض نہ رہی بلکہ اس میں کئی اضافے ہو گئے اور اس میں صرف پسندیدہ اشعار کے علاوہ شاعروں کی ابتدائی سوانحی معلومات بھی شامل ہو گئی۔ ان تمام تبدیلیوں کے بعد ہی بیاض کو تذکرے کا نام دیا گیا۔ اس طرح شاعروں اور لکھاریوں کی زندگی کا تعارف اور ان کا نمونہ کلام تذکرے کی پہچان بن گیا۔ تذکرے میں شائع شدہ اور غیر شائع شدہ دونوں طرح کی تحریریں شامل ہوتی ہیں۔ تذکرے کے پس منظر کے مطالعے سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ تذکرے کی ابتدائی شکل بیاض ہے۔ بیاض نے تذکرے تک پہنچنے کے لیے وقت کے ساتھ کئی تبدیلیاں اختیار کیں اور کئی رنگ بدلے۔ بیاض کی اب ایک باقاعدہ شکل تذکرہ ہے اور وہ تحریر / دستاویز / کتاب جس میں شاعروں اور لکھاریوں کی زندگی کی ابتدائی معلومات اور کلام کا نمونہ شامل ہو، اسے "تذکرہ" کہا جاتا ہے۔

جہاں تک تذکرے لکھے جانے کی بات ہے تو یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ شاعروں اور لکھاریوں کے علاوہ زندگی کے کسی بھی شعبے سے تعلق رکھنے والے افراد پر بھی تذکرے لکھے جاتے ہیں۔ تذکرہ نگاری ادب میں ایک قدیم اور اہم صنف ہے، جو ہمارے ادبی ورثے کو محفوظ رکھنے کا ذریعہ بنتی ہے۔ تذکرے ادب اور ادبی تاریخ میں اضافے کا سبب بھی بنتے ہیں۔ دنیا کی تمام زبانوں میں ادب کی تخلیق کا آغاز شاعری سے ہی سمجھا جاتا ہے اور ان شاعروں کے بارے میں معلومات ہمیں تذکروں کے ذریعے ہی حاصل ہوتی ہیں۔ تذکروں کے ذریعے ہی پرانے اور گمنام شاعروں اور لکھاریوں کی تحقیق کر کے انہیں سامنے لایا جاتا ہے۔ یہ تذکرے ہی ہیں جن کی بدولت ادب کی قدامت کا اندازہ ہوتا ہے، کسی بھی زبان،

ادب اور اس کی تاریخ کی قدامت اور اس میں ہمارے بزرگوں کے چھوڑے ہوئے قیمتی مواد کے بارے میں معلومات تذکروں کے ذریعے ہی حاصل ہوتی ہیں۔ تذکروں کے ذریعے کچھ ایسی اصناف ہمیشہ کے لیے زندہ رہ گئی ہیں جو وقت گزرنے کے ساتھ ختم ہو گئی تھیں کیونکہ زمانے کے بدلتے مزاج اور ثقافتی تبدیلیوں کے باعث بہت سی اصناف ختم ہوتی اور نئی جنم لیتی رہتی ہیں۔ تذکرے آئینے کی مانند ہوتے ہیں جن میں ہم اپنے پرانے شاعروں اور لکھاریوں کی فنی زندگی کو دیکھ اور پڑھ سکتے ہیں۔ تذکرے ہمیں دادی اماں کی طرح گزرے وقت کی کہانیاں سناتے ہیں۔ تذکرے یہ بتاتے ہیں کہ شاعروں نے اپنی شاعری (ہڈورتی اور جگ ورتی) میں کن کن اخلاقی، سماجی، دنیاوی، دینی، معاشرتی زندگی، باہمی تعلقات، تاریخی واقعات، علمی اور ادبی روابط کے بارے میں گفتگو کی۔ تذکرہ نگاری کے ذریعے پنجابی زبان اور ادب سمیت کسی بھی زبان کی تاریخ اور ادبی مواد کی دستیابی یقینی بنتی ہے۔ تذکرہ نگاری کے باعث پنجابی سمیت کسی بھی زبان کے ادب میں اضافہ ہوا اور نئی تنقیدی راہیں کھلیں۔ تذکرہ نگاری کو تنقید / جانچ کی پہلی سیڑھی بھی مانا جاتا ہے۔ تذکرہ نگاری میں کی گئی تنقید باقاعدہ طور پر تنقید کے مکمل معنوں پر پوری نہیں اترتی لیکن تنقید کی ابتدائی سطح ضرور فراہم کرتی ہے۔ تذکرہ ادب کی بنیادی اکائی ہے اور اسے ادب کا اہم ترین ذریعہ بھی قرار دیا جاتا ہے۔ ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہونے والی ادبی روایت کے بارے میں معلومات تذکروں کے بغیر ممکن نہیں۔ تذکرہ نویسی کے بغیر ادبی تخلیق ادھوری رہ جاتی ہے۔ ادبی تخلیقات کو دستاویزی شکل دینے والی ابتدائی صورتوں میں سے ایک صورت تذکرہ نگاری بھی ہے۔ تذکرہ ادب کے اس حصے کو محفوظ بناتا ہے جس کے ضائع ہو جانے یا ختم ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ پنجابی زبان اور ادب سمیت کسی بھی زبان میں تذکرے کو ایک زندہ و جاوید کتاب کا درجہ حاصل ہے، جس کی اہمیت اور افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ تذکرے کا بنیادی مقصد نئے، پرانے اور گمنام شاعروں اور لکھاریوں کی تلاش ہے۔ اسی لیے تذکرہ ہمارے زمانے کی بھی ایک بنیادی ضرورت ہے، محققین کے لیے بھی اور پنجابی زبان اور ادب کی ترقی کے لیے بھی۔

تذکرے کے لغوی، اصطلاحی معنی، پس منظر اور اہمیت کے بارے میں گفتگو کرنے کے بعد یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ تذکرے کی روایت کہاں سے شروع ہوئی اور ہمارے تک کیسے پہنچی۔ پنجابی زبان اور ادب میں تذکرہ لکھنے سے پہلے کن کن زبانوں میں تذکرے لکھے گئے ہیں۔ جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ شاعری کا آغاز بہت پہلے ہو چکا تھا۔ جب انسان نے جذبات اور احساسات کی زبان سیکھی تو شعر کہنے کی بنیاد رکھ دی گئی۔ زمانۂ جاہلیت میں بھی شعر و شاعری کا رواج عام تھا، خاص طور پر عربوں میں شاعری کا شوق

ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتا رہا۔ تذکرہ نویسی کی روایت عربی زبان سے شروع ہوتی ہے۔ عربی زبان میں ادبی حوالے سے ابتدائی تذکرے دوسری / تیسری صدی ہجری میں لکھے گئے۔ طارق مختار کی کتاب "عربی تذکرہ نگاری کا ارتقاء" (۳) یہ بتاتی ہے کہ عربی زبان میں تذکرے کی بنیاد دوسری صدی ہجری میں رکھی گئی۔ اِن کے مطابق ابوعبداللہ محمد بن سلام بن عبیداللہ بن سالم الجمحي البصری (۱۳۹ھ تا ۲۳۲ھ) نے "طبقات فحول الشعراء ابن سلام الجمحي" کے نام سے پہلا تذکرہ لکھا۔ تیسری صدی ہجری میں "کتاب البارع فی اخبار الشعراء المولدین" کے عنوان سے ہارون بن علی بن یحییٰ بن ابی منصور المنجم البغدادی (وفات ۲۸۸ھ) کا لکھا ہوا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ اس کے بعد عربی زبان میں تذکرہ نگاری کا رواج عام ہو گیا۔ عربی سے تذکرہ نگاری کی یہ روایت فارسی میں آئی۔ فارسی میں تذکرہ نویسی کی بنیاد محمد عوفی نے رکھی۔ محمد عوفی کا شمار فارسی زبان کے ابتدائی تذکرہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ ان کا اصل نام سدید الدین محمد عوفی بخاری تھا، جو ازبکستان کے شہر بخارا میں ۱۱۷۱ء میں پیدا ہوئے۔ عوفی فارسی زبان کے محقق، مورخ اور سائنسدان تھے۔ وہ ۱۲۴۲ء میں وفات پا گئے۔ محمد عوفی نے فارسی زبان میں ۶۱۷ھ تا ۶۱۸ھ کے درمیان تذکرہ "لباب الالباب" (۴) لکھا۔ فارسی زبان اور ادب میں تذکرے کی روایت کب شروع ہوئی، اس بارے میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا مگر ڈاکٹر فرمان فتح پوری اپنی کتاب "اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری" میں محمد عوفی کے لکھے ہوئے تذکرے "لباب الالباب" کو فارسی زبان کا پہلا تذکرہ قرار دیتے ہیں۔ فارسی زبان کا دوسرا تذکرہ دولت شاہ سمرقندی نے ۸۹۲ھ میں "تذکرۃ الشعراء" کے نام سے لکھا۔ (۵) فارسی زبان و ادب میں محمد عوفی کے "لباب الالباب" کے بعد تذکرے عام طور پر لکھے جانے لگے۔ اردو زبان میں تذکرہ نگاری کی بنیاد فارسی سے ہی رکھی گئی۔ اردو زبان میں ابتدائی اردو شعرا کے تذکرے فارسی زبان میں ہی لکھے گئے ہیں۔ فارسی اور اردو زبان کے شاعر میر تقی میر کو اردو کے ابتدائی شاعروں اور تذکرہ نگاروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ ان کا اصل نام میر محمد تقی تھا اور علی متقی کے گھر ۱۷۲۳ء میں آگرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ فارسی اور اردو زبان کے شاعر تھے۔ آپ ۱۸۱۰ء میں فوت ہوئے اور لکھنؤ میں دفن ہوئے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ کی تحقیق یہ بتاتی ہے کہ ۱۱۶۵ھ میں میر تقی میر کا لکھا ہوا تذکرہ "نکات الشعراء" اردو ادب کا پہلا تذکرہ ہے۔ (۶) یہ تذکرہ فارسی زبان میں لکھا گیا تھا۔ میر کے بعد ابتدائی تذکروں میں حمید اورنگ آبادی کا تذکرہ "گلشن گفتار" (۱۱۶۵ھ / ۱۷۶۵ء)، افضل بیگ قاقشال کا تذکرہ "تحفۃ الشعراء" (۱۱۶۵ھ)، فتح علی حسین گردیزی کا تذکرہ "ریختہ گویاں" (۱۱۶۶ھ / ۱۷۶۶ء) اور قیام الدین قائم کا تذکرہ "مخزن نکات" (۱۱۶۸ھ بمطابق

۱۷۶۸ء) شامل ہیں۔ اردو زبان میں شعرا کا پہلا تذکرہ مرزا علی خان لطف نے ''گلشن ہند'' کے نام سے ۱۲۱۵ھ /۱۸۰۱ء میں لکھا۔(۷) آہستہ آہستہ اردو زبان میں تذکرہ لکھنے کا رواج عام ہوا اور تذکرہ نگاری کی صنف نے بہت ترقی کی اور اس کے ساتھ ساتھ تذکرہ نگاری میں جدت بھی آتی گئی۔ اسی لیے تذکرہ نگاری کو مختلف اقسام کے حوالے سے دیکھا جانے لگا۔ اسی لیے ڈاکٹر سید عبداللہ نے ''شعرائے اردو کے تذکرے اور تذکرہ نگاری کا فن'' میں تذکرے کو سات اقسام میں تقسیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اول: وہ تذکرے جن میں صرف اعلیٰ شاعروں کے مستند حالات جمع کیے گئے ہیں۔
دوم: وہ تذکرے جن میں تمام قابلِ ذکر شعرا کو جگہ دی گئی ہے۔
سوم: وہ تذکرے جن کا مقصد تمام شعرا کے کلام کا عمدہ اور مفصل ترین انتخاب پیش کرنا ہے۔
چہارم: وہ تذکرے جن میں اردو شاعری کو مختلف طبقات میں تقسیم کیا گیا ہے۔
پنجم: وہ تذکرے جو شاعری کے ایک مخصوص دور سے بحث کرتے ہیں۔
ششم: وہ تذکرے جو کسی وطنی یا ادبی گروہ کے نمائندہ ہیں۔
ہفتم: وہ تذکرے جن کا مقصد تنقیدِ سخن اور اصلاحِ سخن ہے۔''(۸)

ڈاکٹر سید عبداللہ کی یہ معلومات تذکرے کی اقسام کو سمجھنے میں آسانی پیدا کرتی ہیں۔ ان کے علاوہ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور ''تذکرہ گلزارِ ابراہیم ''(۹) میں تذکروں کی موضوعی تقسیم کے بجائے اس بات کو زیادہ اہم سمجھتے ہیں کہ تذکرہ نگار / مصنف کون ہے۔ اس حوالے سے انھوں نے تذکروں کو تین اقسام میں تقسیم کیا۔ 1۔ پہلی قسم میں وہ تذکرہ نگار لکھاری شامل ہیں جو خود بھی شاعر ہیں اور انہوں نے بڑے بڑے شاعروں کو اپنے تذکرے میں شامل کیا۔ 2۔ دوسری قسم میں وہ تذکرہ نگار لکھاری شامل ہیں جو خود تو بڑے شاعر نہیں ہوتے مگر کسی بڑے شاعر کے شاگرد ہوتے ہیں اور انھوں نے اپنے استاد، ان کے دوستوں اور شاگردوں کو تذکرے میں شامل کیا ہوتا ہے۔ 3۔ تیسری قسم میں وہ لکھاری شامل ہیں جو خود شاعر نہیں ہوتے مگر ادب سے محبت اور تعلق کی بنیاد پر تذکرہ لکھتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے مطابق تیسری قسم کے لکھے گئے تذکرے اعلیٰ معیار کے ثابت ہوتے ہیں۔ تذکروں کی اقسام کے حوالے سے ڈاکٹر حنیف نقوی نے ''شعرائے اردو کے تذکرے: نکات الشعراء سے گلشن بے خار تک'' (۱۰) میں تذکروں کو اغراض، مقاصد اور معنوی اعتبار سے تین بڑی اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ 1۔ تعارفی تذکرے، 2۔ جوابی تذکرے، 3۔ انتخابی تذکرے

1۔ **تعارفی تذکرے:** ان تذکروں میں لکھاریوں نے علمی اور ادبی شوق اور قدر شناسی کے جذبے کے تحت تذکرے لکھے اور شعرا پر تنقید بہت کم کی۔ یہ تذکرے سب سے زیادہ لکھے جاتے ہیں۔ پہلی قسم ”تعارفی تذکرے“ کو مزید دو بڑی اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے۔ (I) **عام تذکرے:** ان میں شعرا کو بغیر کسی تعصب کے شامل کیا جاتا ہے۔ ”عام تذکروں“ کو مزید تین ضمنی اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے۔ (الف) **مرکزی تذکرے:** اس قسم میں شعرا کا تعارف ذاتی جان پہچان اور تحقیق کے بعد شامل کیا جاتا ہے۔ (ب) **متوسط تذکرے:** ان تذکروں میں ذاتی جان پہچان کے ساتھ دیگر تذکروں سے بھی مدد لی جاتی ہے۔ (ج) **ذیلی تذکرے:** ان تذکروں میں شامل شعرا کا تعارف دوسرے تذکروں سے لیا جاتا ہے اور عموماً ماخذ کا حوالہ نہیں دیا جاتا۔

(II) **خاص تذکرے:** ان میں باہمی حوالے سے کوئی ایک خاص مماثلت پائی جاتی ہے۔ ”خاص تذکروں“ کو مزید چھ ضمنی اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے:

(الف) **مخصوص بالعہد تذکرے:** ان میں کسی خاص زمانے کے شعرا شامل ہوتے ہیں۔ (ب) **مخصوص بالمقام تذکرے:** ان میں کسی خاص علاقے کے شعرا شامل کیے جاتے ہیں۔ (ج) **مخصوص بالمذہب تذکرے:** ان میں کسی ایک مذہب کے شعرا شامل کیے جاتے ہیں۔ (د) **مخصوص بالحیثیت تذکرے:** ان میں کسی خاص سماجی یا ادبی حیثیت رکھنے والے شعرا شامل کیے جاتے ہیں۔ (ہ) **مخصوص بالجنس تذکرے:** ایسے تذکرے کسی خاص صنف کے شعرا پر لکھے جاتے ہیں۔ (و) **مخصوص بالصنف تذکرے:** کسی خاص صنف یا موضوع کے تحت لکھے گئے تذکرے اس قسم میں شامل ہوتے ہیں۔ 2۔ **جوابی تذکرے:** وہ جو کسی تذکرہ نگار کے جواب یا مخالفت میں لکھے جاتے ہیں۔ 3۔ **انتخابی تذکرے:** ان تذکروں میں منتخب نمونہ کلام اور تدوینِ شعر کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ ڈاکٹر حنیف نقوی کا دعویٰ ہے کہ اردو زبان و ادب میں تقریباً تمام تذکرے انھی اقسام میں سے کسی ایک کے تحت آتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب سمیت دیگر محققین اور ناقدین کی گفتگو کے بعد ہمارے پاس تذکرے کی اقسام کے بارے میں مکمل معلومات موجود ہیں۔ محققین اور ناقدین نے تذکرہ نگاری کی اس صنف پر بہت کام کیا اور تذکرہ نگاری نے اردو زبان و ادب میں بہت ترقی کی۔

پنجابی زبان اور ادب میں تذکرہ نویسی کی روایت اردو زبان سے ہی چلتی ہوئی آئی ہے۔ پنجابی زبان میں تذکرہ نگاری کی بات کی جائے تو پنجابی زبان میں تذکرہ نگاری کے ابتدائی رنگ مولوی احمد یار مرالوی اور میاں محمد بخش کی منظوم داستانوں میں ملتے ہیں۔ احمد یار مرالوی نے داستان ”احسن القصص“ (یوسف زلیخا) میں پیلو، حافظ برخوردار، وارث شاہ، علی حیدر ملتانی اور بلھے شاہ سمیت اٹھارہ شاعروں کے بارے میں اپنے

منظوم تنقیدی خیالات بیان کیے ہیں۔ احمد یار مرالوی کے بعد میاں محمد بخشؒ کی لکھی ہوئی شہر آفاق تصنیف "سیف الملوک" میں بابا فریدؒ، سلطان باہوؒ، بلھے شاہؒ، شاہ چراغ، پیر محمد کاسبی، احمد یار مرالوی، علی حیدر اور ہاشم شاہ سمیت تقریباً پچاس شاعروں کا منظوم حوالہ ملتا ہے۔ میاں صاحب کی کی گئی تنقید روحانی، اخلاقی اور اصلاحی ہونے کے ساتھ ساتھ ہمدردی اور نصیحت سے بھرپور ہے۔ احمد یار مرالوی اور میاں محمد بخشؒ کے لکھے یہ منظوم قصے تذکرے کے معنوں پر مکمل طور پر پورے تو نہیں اترتے لیکن ان قصوں میں ایک ہی جگہ پر مختلف شاعروں کے بارے میں معلومات ملتی ہیں۔ جیسے جیسے پنجابی ادب میں اضافہ ہوا، پنجابی شاعروں اور لکھاریوں کے ادب کو محفوظ رکھنے کے لیے تذکروں کی بنیاد بھی رکھی جانے لگی۔ نثری حوالے سے دیکھا جائے تو پنجابی زبان میں تذکرہ لکھنے کی روایت بیسویں صدی کے دوسرے عشرے سے شروع ہوئی۔ یہ وہ وقت تھا جب پنجابی زبان اور ادب کے فہم رکھنے والے محقق اور ناقد بابا بدھ سنگھ (۱۸۷۸ء تا ۱۹۳۱ء) نے اس صنف پر کام کرتے ہوئے پہلا تذکرہ ۱۹۱۴ء میں لکھا اور اس طرح تذکرے کی روایت پنجابی میں بھی شروع ہو گئی۔ تذکرے کے موضوع پر لکھا گیا پہلا باقاعدہ تذکرہ مولا بخش کشتہ کا ہے جو ۱۹۶۰ء میں لکھا گیا۔ پنجابی زبان میں تذکرے لکھنے کی باقاعدہ روایت اگرچہ دیر سے شروع ہوئی مگر اس میٹھی زبان میں تذکرہ نویسی کے موضوع پر خاطر خواہ کام ہوتا رہا ہے۔ پنجابی زبان میں قدیم دور سے لے کر موجودہ دور تک تحقیق کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تذکرہ نویسی کے حوالے سے بہت کام کیا گیا ہے۔ ذیل میں پنجابی زبان و ادب میں تذکرہ نویسی کے موضوع پر لکھی گئی کتابوں کا تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔ اشاعت کے سال کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کتابوں کی ترتیب دی گئی ہے۔

"ہنس جوگ" بابا بدھ سنگھ کی لکھی ہوئی کتاب ہے جو ۱۹۱۴ء میں شائع ہوئی۔ ۲۱۶ صفحات پر مشتمل یہ کتاب گورمکھی رسم الخط میں لکھی گئی ہے۔ مصنف نے پنجابی زبان کے ادبی سرمائے کو محفوظ رکھنے کے لیے یہ کتاب لکھی جس میں تقریباً چالیس پنجابی شاعروں اور لکھاریوں کی سوانحی معلومات اور ان کے تخلیقی کام کو شامل کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا عنوان اگرچہ تذکرے کے موضوع پر نہیں لیکن اس کا اسلوب تذکرے کی صنف پر پورا اترتا ہے۔ اس لیے اسے پنجابی زبان کے ابتدائی تذکرے کے طور پر تذکرہ نویسی کی روایت میں شامل کیا گیا ہے۔ کتاب کے "مقدمہ" میں مادری زبان کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے کہ جو قومیں اپنی مادری زبان کو چھوڑ دیتی ہے وہ کبھی ترقی نہیں کر سکتی۔ مصنف نے اس کتاب کو لکھتے ہوئے "انسائیکلوپیڈیا آف برٹینیکا"، "یادِ چھٹگاں از

محمد دین فوق "، "سکھ مذہب از مسٹر میکالف"، "خالصہ تاریخ از بھائی گیان سنگھ "اور "گلزار فریدی" جیسی مشہور کتابوں سے استفادہ حاص کیا ہے۔ کتاب کی پروف ریڈنگ بھائی ویر سنگھ نے کی۔

"کوئل کو" بابا بدھ سنگھ کا لکھا ہوا دوسرا تذکرہ ہے۔ یہ کتاب ۱۹۱۶ء میں شائع ہوئی۔ اس کے علاوہ بابا بدھ سنگھ نے پنجابی زبان میں ایک اور تذکرے کے حوالے سے کتاب "بنبیہا بول" بھی لکھی جو ۱۹۲۵ء میں شائع ہوئی۔ یہ دونوں کتابیں بھی گورمکھی رسم الخط میں لکھی گئی ہیں۔ ان کتابوں میں مصنف نے منتخب شاعروں کے بارے میں معلومات شامل کی ہیں۔

"پریم کہانی" بابا بدھ سنگھ کی لکھی ہوئی یہ کتاب شاہ مکھی رسم الخط میں شائع ہوئی۔ اس کا دوسرا ایڈیشن پنجاب اکیڈمی لاہور نے ۱۹۸۸ء میں شائع کیا۔ اس کے ۳۳۲ صفحات ہیں۔ کتاب کی اشاعت اگست ۱۹۳۱ء میں شروع ہوئی اور بابا بدھ سنگھ کی وفات (اکتوبر ۱۹۳۱ء) کے بعد مکمل ہوئی۔ کتاب میں شاعری کیا ہے، شاعری کے فطری اور مصنوعی پہلو، اس کی اقسام، اردو اور انگریزی سمیت دیگر زبانوں کا پنجابی شاعری پر اثر اور معاشرے سے اس کا تعلق جیسے موضوعات پر تفصیل سے گفتگو کی گئی ہے۔ اس کے بعد پنجاب کے قدیم ترین ۱۵ شاعروں کی سوانح اور کلام شامل کیا گیا ہے، یہ وہ شاعر ہیں جنہیں بدھ سنگھ نے اپنی ملازمت کے دوران پنجاب کے مختلف علاقوں سے تحقیق کر کے جمع کیے۔ ان شاعروں میں مولوی عبداللہ، دمودر، پیلو، حافظ برخوردار، احمد کوی، فقیر درزی، میراں، صدیق جلالی، مقبل شاہ، سید وارث شاہ، نجابت، حامد شاہ عباسی، میاں عبدالحقیم، میاں بخش اور میاں نوروز شامل ہیں۔ ان میں میاں عبدالحقیم، میاں بخش اور میاں نوروز کا تعلق جنوبی پنجاب سے ہے۔

"پنجابی زبان دا ادب تے تاریخ" عبدالغفور قریشی کی لکھی ہوئی کتاب ہے جسے تاج بک ڈپو لاہور نے ۱۹۵۶ء میں شائع کیا۔ ۷۸۲ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں پنجابی زبان کے تاریخی پس منظر پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ زبان کیا ہے، اس کی اقسام، زبان کی تاریخ، پنجابی زبان کی تقسیم، دیگر زبانوں کا پنجابی پر اثر، پنجاب کے لوک گیت اور پنجابی قصوں کے بارے میں معلومات دی گئی ہیں۔ اس کے بعد پنجابی شاعری کو چار ادوار میں تقسیم کرتے ہوئے تقریباً ۱۴۰ شاعروں کی سوانحی معلومات اور ان کے کلام کے نمونے شامل کیے گئے ہیں۔ کتاب میں بابا فریدؒ سے لے کر احمد راہی تک کے شعرا کو شامل کیا گیا ہے اور ان کی ترتیب زمانی بنیادوں پر رکھی گئی ہے۔

"پنجابی شاعراں دا تذکرہ" میاں مولا بخش کشتہ امر تسری کی کتاب ہے جو ۱۹۶۰ء میں شائع ہوئی۔ اس کے ۵۲۷ صفحات ہیں۔ مولا بخش کشتہ کی وفات (۱۹۵۵ء) کے بعد ان کے بیٹے محمد افضل نے یہ کتاب شائع کی۔ پنجابی زبان اور ادب میں تذکرے کے عنوان سے لکھی گئی یہ پہلی جامع کتاب ہے جس میں ۳۴۲ شاعروں کا تذکرہ شامل ہے، جن میں تقریباً ۱۰ شاعر جنوبی پنجاب سے تعلق رکھتے ہیں۔ کتاب کے شروع میں پنجابی زبان کی ابتدا، گورمکھی رسم الخط، پنجابی اخبارات ور سائل، شعری اصناف، صنعتیں اور پنجابی ادب کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ اس کے بعد شاعروں کی سوانح، حالات اور کلام شامل کیا گیا ہے۔ مولا بخش نے ۱۱۷۳ء میں پیدا ہونے والے شاعر بابا فریدؒ سے لے کر ۱۹۲۳ء میں پیدا ہونے والے شاعر احمد راہی تک کے شعرا کو اس کتاب میں شامل کیا ہے۔ یہ تذکرہ شعرا کی پیدائش کے سال کے لحاظ سے ترتیب دیا گیا ہے۔

"مہکدے پھل" ڈاکٹر فقیر محمد فقیر کی کتاب ہے جو ۱۹۶۱ء میں کشتہ اینڈ سنز لاہور نے شائع کی۔ اس کے ۲۱۶ صفحات ہیں۔ اس میں پنجابی زبان کے صرف آٹھ کلاسیکی شعرا کو شامل کیا گیا ہے، جن میں بابا فریدؒ، گرو نانک، شاہ حسینؒ، سلطان باہوؒ، بلھے شاہؒ، وارث شاہؒ، خواجہ غلام فریدؒ اور میاں محمد بخشؒ شامل ہیں۔ مصنف نے ان شاعروں کو عوامی شاعر کہا ہے کیونکہ عوامی شاعر کا ایک شعر وہ کام کر جاتا ہے جو توپیں اور تلواریں بھی نہیں کر سکتیں۔ کتاب میں شعرا کی سوانحی معلومات اور کلام کے نمونے شامل ہیں۔

"پنجابی ادبیات کی مختصر تاریخ" ڈاکٹر احمد حسین قریشی قلعہ داری کی لکھی ہوئی کتاب ہے جسے عزیز بک ڈپو نے ۱۹۶۴ء میں شائع کیا۔ اس کے ۴۰۷ صفحات ہیں۔ پنجابی زبان کی تاریخ، اس کی اقسام، رسم الخط کا مسئلہ، نظم کی اقسام کے بعد شعری اصناف پر گفتگو کی گئی ہے۔ پنجابی ادب کے پانچ ادوار مغلیہ، خالصہ، انگریزی، پاکستانی اور مشرقی پنجاب کے منتخب لکھاریوں کا تذکرہ اس کتاب میں شامل ہے۔ اس کے بعد بعض اضلاع کے مقامی شعرا کا تعارف اور کلام بھی دیا گیا ہے۔ نثری ادب کے حصے میں نثری اصناف پر روشنی ڈالتے ہوئے صرف لکھاریوں اور کتابوں کے نام دیے گئے ہیں۔ اس کتاب میں لکھاریوں کا تعارف اردو زبان میں جبکہ نمونہ کلام پنجابی زبان میں دیا گیا ہے۔

"پنجابی دے صوفی شاعر" مجلس شاہ حسین نے ۱۹۶۶ء میں شائع کی۔ یہ کتاب ڈاکٹر لاجونتی راما کرشنا کی انگریزی تحریر "پنجابی صوفی پوئٹس" کا پنجابی ترجمہ ہے۔ اصل میں ڈاکٹر صاحبہ کا لکھا ہوا یہ انگریزی مقالہ پہلی بار آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے ۱۹۳۸ء میں کتابی صورت میں شائع کیا تھا۔ اس کے ۱۷۴ صفحات ہیں۔ مصنف نے اس کتاب میں ۱۴۶۰ء سے ۱۹۰۰ء کے درمیان کے ۱۶ صوفی شاعروں کے بارے

میں لکھا ہے۔ ان میں ۸ بڑے صوفی شاعر جیسے شاہ ابراہیم فرید ثانیؒ، مادھو لعل حسینؒ، سلطان باہوؒ، بلھے شاہؒ، علی حیدرؒ، فرد فقیرؒ، ہاشم شاہؒ اور کرم علیؒ کی سوانح اور کلام کے بارے میں تفصیلی معلومات دی گئی ہیں۔ اس کے بعد ''کجھ ہور گھٹ مشہور صوفی شاعر'' اور ''انیسویں صدی دے صوفی شاعر'' کے عنوان کے تحت باقی آٹھ صوفی شاعروں کا ذکر کیا گیا ہے۔

''پنجاب رنگ'' شفیع عقیل کی کتاب ہے جسے عزیز بک ڈپو نے ۱۹۶۸ء میں شائع کیا۔ ۱۴۸ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں پنجابی زبان کے قدیم ۴۰ شاعروں کی سوانحی معلومات اور کلام کے نمونے شامل ہیں۔ مصنف نے ان شاعروں کے مشہور پنجابی کلام کا اردو زبان میں منظوم ترجمہ بھی شامل کیا ہے۔ اردو منظوم ترجمہ کرتے ہوئے شعرا کے وزن کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں ماخذ اور کتابیات بھی شامل ہیں۔

''سرائیکی شاعری'' کے مصنف کیفی جامپوری ہیں، اس کتاب کو بزمِ ثقافت ملتان نے ۱۹۶۹ء میں شائع کیا۔ ۳۰۷ صفحات پر مشتمل اس اردو کتاب میں ملتانی / سرائیکی زبان کے ۵۳ شاعروں کی سوانح، حالاتِ زندگی، واقعات اور کلام کے نمونے شامل ہیں۔ شعرا کے تعارف سے پہلے سرائیکی زبان کے ارتقاء، شعری اصناف جیسے مرثیہ، کافی، رومانوی قصے، گیت، ماہیے اور سی حرفی کے بارے میں بھی معلومات دی گئی ہیں۔ مصنف کا دعویٰ ہے کہ جب انہوں نے اس کام کی بنیاد رکھی تو اس وقت تک مہر عبدالحق کے علاوہ کسی نے بھی سرائیکی تحقیق کے حوالے سے کام نہیں کیا تھا۔

''پنجابی کے پانچ قدیم شاعر'' شفیع عقیل کی لکھی ہوئی کتاب ہے جسے انجمن ترقی اردو پاکستان نے ۱۹۷۰ء میں شائع کیا۔ اس کے ۳۱۰ صفحات ہیں۔ ابتدا میں پنجابی زبان کی تاریخ، ادب اور لسانی پس منظر بیان کرنے کے بعد پنجابی کے پانچ کلاسیکی شعرا سید ہاشم شاہؒ، شاہ حسینؒ، حامد شاہ عباسی، خواجہ غلام فریدؒ اور میاں محمد بخشؒ کی سوانح، واقعات اور کلام کے بارے میں تفصیلی معلومات شامل کی گئی ہیں۔ آخر میں کتابیات بھی شامل ہے۔

''پنجابی ادب دی کہانی'' عبدالغفور قریشی نے اقبال صلاح الدین کی نگرانی میں لکھی۔ یہ کتاب پہلی بار عزیز بک ڈپو لاہور نے ۱۹۷۲ء میں شائع کی۔ ۶۴۸ صفحات پر مشتمل یہ کتاب ایک ادبی تاریخ ہے جو مصنف کی پہلی کتاب ''پنجابی زبان دا ادب تے تاریخ'' کا نیا روپ ہے۔ کتاب میں پنجابی زبان کی ترقی، پنجاب کے لوک گیت، شعری اصناف، خصوصیات، پنجابی کی سیاسی اور سماجی تحریکیں، پنجابی ادب کے پانچ ادوار اور

قصہ گوئی پر تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ مصنف نے پنجابی زبان میں لکھی گئی ادبی تاریخیں اور تذکرے جیسے ”پریم کہانی“، ”پنجابی ادبیات کی مختصر تاریخ“، ”پنجاب میں اردو“، ”پنجابی ادب تے اوہدا لٹریچر“، ”پنجابی ادب“، ”مہکدے پھل“، ”پنجابی شاعراں دا تذکرہ“، ”پنجابی ادب و تاریخ“ اور ”پنجابی ادب کی مختصر تاریخ“ پر تنقیدی نظر بھی ڈالی ہے۔ پھر باب ”لکھاریوں دا تذکرہ“ کے تحت ۳۴۷ لکھاریوں کا ذکر شامل کیا گیا ہے، جن میں جنوبی پنجاب کے تقریباً ۱۵ لکھاری بھی شامل ہیں۔ مولا بخش کشتہ کے بعد تذکرہ نویسی کی روایت کے حوالے سے یہ ایک اہم تذکرہ ہے۔

”سنگی نامہ“ کے مصنف اقبال صلاح الدین ہیں، یہ کتاب عزیز بک ڈپو نے ۱۹۷۳ء میں شائع کی۔ پنجابی زبان اور ادب کے ۴۰ نثر نگاروں کی سوانحی معلومات اس کتاب میں دی گئی ہیں۔

”آزادی کے مجاہد لکھاری“ ڈاکٹر شہباز ملک کی کتاب ہے جسے مکتبہ میری لائبریری لاہور نے ۱۹۸۲ء میں شائع کیا۔ کتاب کے ۱۲۸ صفحات ہیں۔ اس میں ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء کے درمیان کے ۳۴ لکھاریوں کی سوانح اور نمونہ کلام شامل کیا گیا ہے۔ مصنف نے اس کتاب میں وہ تمام لکھاری شامل کیے ہیں جنہوں نے تحریک آزادی میں اپنے قلم کے ذریعے حصہ لیا۔

”پاکستانی ادب“ کے مصنف عبدالشکور احسن ہیں، ادارہ تحقیقات پاکستان، جامعہ پنجاب لاہور نے ۱۹۸۱ء میں یہ کتاب شائع کی۔ پاکستانی آٹھ زبانوں اردو، براہوی، بلوچی، پشتو، پنجابی، سندھی، کشمیری اور فارسی کو الگ الگ آٹھ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پنجابی زبان کے حوالے سے ”پنجابی ادب“ کے عنوان کے تحت تقریباً ۵۰ پنجابی لکھاریوں کا تذکرہ شامل کیا گیا ہے۔

”نکھیڑے“ بذل حق محمود کی مرتب کردہ کتاب ہے جسے پاکستان پنجابی ادبی بورڈ لاہور نے ۱۹۸۵ء میں شائع کیا۔ اس کے ۲۲۴ صفحات ہیں۔ کتاب میں قاضی فضل حق کے لکھے ہوئے منتخب مضامین شامل ہیں۔ کتاب کے آغاز میں مرتب نے اپنے والد قاضی فضل حق کا تعارف بھی شامل کیا ہے۔ اس کتاب میں پنجابی زبان کے ارتقاء، پنجابی ادبی اصناف، لوک گیتوں کے بارے میں معلومات کے بعد ۴۲ لکھاریوں کا تذکرہ پڑھنے کو ملتا ہے۔ ان شاعروں میں کچھ دوہڑے کے شاعر بھی شامل ہیں۔

”ملتانی مرثیہ“ کے لکھاری خلش پیر اصحابی ہیں، یہ کتاب پاکستانی پنجابی ادبی بورڈ لاہور نے ۱۹۸۶ء میں شائع کی۔ کتاب کے ۲۱۹ صفحات ہیں۔ اس کتاب میں ملتانی لہجے میں مرثیہ لکھنے والے ۱۱۰ شاعروں کا تذکرہ شامل کیا گیا ہے۔ ان شاعروں نے مرثیہ کے علاوہ دیگر شعری اصناف میں بھی لکھا ہے۔ کتاب میں

ملتان سمیت جنوبی پنجاب کے کچھ اضلاع کے علاوہ بھکر، میانوالی، جھنگ، ٹوبہ ٹیک سنگھ، سرگودھا اور ڈیرہ اسماعیل خان کے مرثیہ گو شاعر بھی شامل ہیں۔

''پنجابی ادب دی مختصر تاریخ'' حمید اللہ ہاشمی نے لکھی، پہلی بار یہ کتاب تاج بک ڈپو لاہور نے ۱۹۸۷ء میں شائع کی۔ پنجاب کا سیاسی منظر نامہ، ہڑپہ کی تہذیب، پنجابی زبان کا پس منظر، پنجابی زبان کی بولیاں، لسانی پہلو، نثری ادب، پنجابی شاعری کی بنیاد، فنی اور موضوعی شعری اصناف، لوک گیت، شعری صنعتیں، پنجابی تحریکوں پر زبان کا اثر، پنجابی شاعری کے پانچ ادوار، پنجابی قصے اور ان کے لکھاریوں کے نام، واریں، جنگنامے اور فقہی کتابیں لکھنے والے لکھاریوں کے بارے میں معلومات دی گئی ہیں۔ کتاب میں تقریباً ۵۸ منتخب شاعروں اور لکھاریوں کا تذکرہ شامل کیا گیا ہے۔

''پنجابی زبان و ادب'' حمید اللہ ہاشمی کی لکھی کتاب انجمن ترقی اردو پاکستان نے پہلی بار ۱۹۸۸ء میں شائع کی۔ کتاب کا ساتواں ایڈیشن ''مختصر تاریخ زبان و ادب پنجابی'' کے نام سے ادارہ فروغ قومی زبان پاکستان اسلام آباد نے ۲۰۱۸ء میں شائع کیا، کتاب کے ۴۰۹ صفحات ہیں۔ کتاب میں پنجابی زبان کی تاریخ، پنجابی ادب کا پس منظر، ادب کی خوبیاں اور پنجابی ادب کے ادوار کے بارے میں بات کی گئی ہے۔ لکھاری نے پنجابی ادب کو پانچ ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا دور، ابتدا سے ۱۵۲۵ء تک۔ دوسرا دور، مغل بادشاہ عالمگیر تک۔ تیسرا دور، مغل بادشاہ عالمگیر کی وفات سے انگریزوں کے قبضے تک۔ چوتھا دور، قیام پاکستان تک اور پانچواں دور ۱۹۴۷ء سے موجودہ وقت تک شامل ہے۔ حمید اللہ ہاشمی نے ان ادوار کے تقریباً ۷۰ شاعروں کا تذکرہ اپنی اس کتاب میں شامل کیا ہے۔

''نویں ورقے'' کے لکھاری ڈاکٹر شہباز ملک ہیں، یہ کتاب تاج بک ڈپو لاہور نے ۱۹۸۸ء میں شائع کی۔ اس کے ۱۳۶ صفحات ہیں۔ مصنف نے اس کتاب میں ان ۳۰ شاعروں کا تذکرہ کیا ہے جو پہلے کسی بھی تذکرے یا تاریخ میں شامل نہیں تھے۔ پھر ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جن کے بارے میں پہلی کتابوں میں دی گئی معلومات غلط یا کم تھیں۔ کتاب میں شامل زیادہ تر مضامین ۱۹۸۳ء میں لاہور کے اخبار روزنامہ ''امروز'' میں شائع چکے ہیں۔ لکھاریوں کی ترتیب اُن کی پیدائش کے سال کے مطابق رکھی گئی ہے۔ آخر میں کتابیات بھی شامل ہے۔

''سرائیکی ادب ریت تے روایت'' ڈاکٹر طاہر تونسوی کی لکھی کتاب جھوک پبلشرز ملتان نے ۱۹۹۳ء میں شائع کی۔ کتاب میں سرائیکی کلاسیکی ادب، مرثیہ، نوحہ، افسانہ اور داستانی ادب کی شکلیں، سرائیکی

ادب میں طنز و مزاح، منظوم ترجمے اور ڈرامے کی روایت کے بارے میں معلومات شامل ہیں۔ سرائیکی ادب کے ۱۲ نمائندہ لکھاریوں کی زندگی، حالات اور فن کے بارے میں تفصیل سے بات کی گئی ہے۔

''گواچے مہاندرے'' ڈاکٹر حفیظ احمد کی لکھی کتاب ادارہ فروغ ادب اکادمی لاہور نے ۲۰۰۱ء میں شائع کی۔ کتاب کے ۲۵۶ صفحات ہیں۔ اس کتاب میں ۹ لکھاریوں کی زندگی، حالات اور فن کے بارے میں بات کی گئی ہے۔

''پنجابی زبان و ادب کی تاریخ'' ڈاکٹر فقیر محمد فقیر نے اردو زبان میں لکھی اور سنگ میل پبلیکیشنز لاہور نے ۲۰۰۲ء میں شائع کی۔ ۵۲۶ صفحات کی اس ادبی تاریخ میں ۳۹۶ شاعروں کی زندگی کا تعارف دیا گیا ہے۔ شاعروں کا کلام پنجابی زبان میں دے کر ساتھ اردو ترجمہ بھی کیا گیا ہے۔ آخر میں پنجابی نثر نگاروں کے نام اور ان کے فن کے بارے میں بھی ذکر کیا گیا ہے۔ یہ کتاب پنجابی زبان و ادب میں مولا بخش کشتہ اور عبد الغفور قریشی کے بعد یہ ایک اور بڑی اور جامع تذکرہ ہے۔ کتاب کے شروع میں پنجاب اور پنجابی کی تاریخ، رسم و رواج، یونانی تہذیب، پنجابی اور گورمکھی کا فرق، گوتم بدھ، ناتھ جوگی اور گرو ارجن کے زمانے اور اثرات، پنجابی پر فارسی، انگریزی اور اردو زبان کا اثر، پنجابی ادب کی قدیم تاریخ، پنجاب کے لوک گیت، پنجابی محاوروں کے بارے میں گفتگو کی گئی ہے۔

''سرائیکی شاعری اچ غزل گوئی''فیض بلوچ کی لکھی کتاب جھوک پبلشرز ملتان نے ۲۰۰۳ء میں شائع کی۔ کتاب میں مصنف نے غزل کی تعریف، اس کی صورت، غزل کے موضوع اور اقسام کے بارے میں معلومات دی ہیں۔ پھر اس کتاب میں صرف غزل لکھنے والے تین مختلف ادوار کے ۲۰۰ سے زائد شاعروں کی مختصر زندگی کا تعارف اور ان کے کلام کے نمونے دیے گئے ہیں۔

''وسیبی سخنور'' کے لکھاری دلبر حسین مولائی ہیں۔ کتاب کا پہلا حصہ سنگھار سرائیکی ادبی سنگت ڈیرہ غازی خان نے ۲۰۰۰ء میں شائع کیا، اس کے ۱۱۴ صفحات ہیں۔ کتاب میں تقریباً ۷۰ شاعروں کا تعارف اور نمونہ کلام شامل کیا گیا ہے۔ کتاب کی ابتدا روایتی رنگ میں کی گئی ہے۔ پہلے حمد پھر نعت رسول مقبول ﷺ کے بعد تنظیم ''ادبی سنگت سنگھار'' کے بارے میں معلومات دی گئی ہیں۔ آخر میں لکھاری کا اپنا تعارف بھی شامل ہے۔

''تذکرہ شعرائے نوشاہیہ'' سید شریف احمد شرافت نوشاہی اور ڈاکٹر عارف نوشاہی نے مرتب کیا۔ ادارہ اوری اینٹل پبلیکیشنز پاکستان لاہور نے ۲۰۰۷ء میں شائع کیا۔ کتاب کے ۱۱۲۰ صفحات ہیں۔ کتاب

میں حاجی محمد نوشاہ گنج بخشؒ کے سلسلہ قادریہ نوشاہیہ سے تعلق رکھنے والے اردو، پنجابی، فارسی اور عربی زبان کے ۵۷۵ شاعروں کا تذکرہ شامل کیا گیا ہے۔ مصنف نے اس کتاب میں سات سو سال پرانے شاعروں سمیت نئے دور کے شاعروں کو بھی شامل کیا ہے۔

''سرائیکی شاعری دا ارتقاء'' کے لکھاری ڈاکٹر نصر اللہ ناصر ہیں۔ یہ کتاب ڈاکٹر نصر اللہ کی پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے جسے سرائیکی ادبی بورڈ ملتان نے ۲۰۰۷ء میں شائع کیا، کتاب کے ۸۴۰ صفحات ہیں۔ پہلے باب میں سرائیکی زبان کا تعارف، دوسری زبانوں سے اِس کا تعلق، رسم الخط بارے پڑھنے کو ملتا ہے۔ دوسرے باب میں معاشرتی، مذہبی، سیاسی پس منظر، محاورے، لوک گیت، لوک قصے۔ تیسرے باب میں شاعری کی اقسام۔ چوتھے باب میں شاعری کی اصناف اور پانچویں باب میں سرائیکی مرثیہ کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ سرائیکی شاعری کو چار مختلف ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے، مذہبی شاعری کا دور، صوفیانہ شاعری کا دور، حضرت خواجہ غلام فریدؒ کا دور اور پاکستانی دور شامل ہے۔ ان چاروں ادوار کے تقریباً ۲۵۰ شاعروں کا تذکرہ اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔ آخر میں کتابیات بھی شامل ہے۔

''سرائیکی ناول نگاری'' ڈاکٹر اسلم عزیز درانی کی لکھی کتاب سرائیکی ادبی بورڈ ملتان نے ۲۰۰۸ء میں شائع کی۔ اس کتاب کے ۱۸۲ صفحات ہیں۔ کتاب میں ناول نگاری کا فن اور تعریف، ناول کی ہیئت، عناصر اور اس کی اقسام کے بارے میں معلومات دی گئی ہیں۔ پھر ۱۲ ناول نگار لکھاریوں کی زندگی، حالات اور ان کے ناولوں کا فنی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ کچھ ناول نگار جیسے کاشف بلوچ، عون محمد کلانچوی کی زندگی کا تعارف شامل نہیں، صرف فن کے بارے میں لکھا گیا ہے اور کچھ ناول نگاروں کی زندگی کے بارے میں تفصیل دی گئی ہے۔

''آزادی کے بعد پنجابی نظم'' زاہد حسن نے لکھی اور ادارہ پاکستان پنجابی ادبی بورڈ لاہور نے ۲۰۱۱ء میں شائع کی، اس کتاب کے ۶۵۰ صفحات ہیں۔ پنجابی زبان اور ادب کی تین روایات جن میں ایک عظیم صوفی کلاسیکی روایت، دوسری لوک گیت اور تیسری جدید دور کے دکھ کی روایت کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ کتاب میں ۱۹۴۷ء کے بعد پنجابی نظم لکھنے والے نئے اور پرانے ۲۳۰ شاعروں کی زندگی، تعارف اور کلام کے نمونے دیے گئے ہیں۔ ان شاعروں میں تقریباً ۲۰ شاعر جنوبی پنجاب کے بھی شامل ہیں۔ اسے تذکرہ کا نام نہیں دیا گیا لیکن اس کا اسلوب تذکرے جیسا ہی ہے، اس لیے اسے بھی تذکرہ نویسی کی روایت میں شامل کیا گیا ہے۔

"پنجابی شاعروں کا جدید تذکرہ" ڈاکٹر آصف ریاض قدیر کی لکھی کتاب ادارہ روداد جی N-4 ، اسلام آباد نے ۲۰۱۲ء میں شائع کی۔ کتاب کے ۶۳۶ صفحات ہیں۔ کتاب کے شروع میں پنجابی زبان اور اس کے شعری سرمائے پر ایک جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ لکھاری نے مولا بخش کشتہ کے تذکرے "پنجابی شاعراں دا تذکرہ" کے کام کو ہی آگے بڑھایا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس تذکرے میں قدیم اور جدید دونوں شاعروں کو شامل کیا ہے جبکہ کتاب میں شامل شاعروں کے کلام کے نمونے لکھاری نے اپنی پسند سے دیے ہیں۔ اس کتاب میں پاکستانی پنجابی شاعروں کے علاوہ مشرقی پنجاب، امریکہ، برطانیہ سمیت دیگر ممالک کے پنجابی شاعر بھی شامل ہیں۔ پنجابی زبان کے تقریباً تمام لہجوں کے شاعر اس کتاب میں شامل ہیں۔ کتاب کو قومی زبان میں لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں شامل پنجابی زبان کے لکھاریوں کو پورے پاکستان میں پڑھا جا سکے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس تذکرے میں پنجابی زبان کے ۳۴۰ شاعروں کو شامل کیا ہے۔

"داستان پنجابی زبان و ادب" ڈاکٹر سید اختر جعفری کی لکھی کتاب ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور نے ۲۰۱۳ء میں شائع کی۔ کتاب کے ۴۷۸ صفحات ہیں۔ پنجابی زبان کا ارتقاء، لہجے، پنجابی اور گورمکھی رسم الخط، پنجاب کی تحریکیں اور ان کے پنجابی ادب پر اثرات، پنجابی لوک گیت، ادبی اصناف اور پنجابی ادبی ادوار جیسے موضوعات پر بات کی گئی ہے۔ پھر پنجابی شاعروں کا تذکرہ کرتے ہوئے اس میں ۳۰۰ شاعروں اور لکھاریوں کو شامل کیا گیا ہے۔ ان میں تقریباً دس شاعر جنوبی پنجاب کے بھی شامل ہیں۔ سید اختر جعفری نے اس کتاب میں شاعروں کی ترتیب ان کی پیدائش کے سال کے مطابق رکھی ہے۔

"پنجابی نثر دی کہانی" ملک شاہ سوار علی ناصر نے لکھی اور ادارہ پنجابی لکھاریاں شاہدرہ لاہور نے ۲۰۱۳ء میں شائع کی۔ کتاب کے ۱۷۶ صفحات ہیں۔ لکھاری نے نثر کی اصناف جیسے کہانی، انشائیہ، ناول، ڈرامہ اور سفر نامہ، بچوں کا ادب اور پنجابی صحافت کے بارے میں بات کرتے ہوئے ان اصناف میں شائع ہونے والی کتابوں کی فہرست بھی دی ہے۔ پھر پنجابی ادب میں تحقیق و تنقید کے موضوع پر ہونے والے کام کے بارے میں بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد باب "پنجابی دے نثر نگار" کے تحت ۱۶۰ لکھاریوں کی زندگی کا تعارف اور ان کی تحریروں کے بارے میں معلومات دی گئی ہیں۔

"سرائیکی ادب وچ معنی دا پندھ" اسلم رسول پوری کی کتاب ۲۰۱۴ء میں شائع ہوئی۔ کتاب میں سرائیکی زبان کے پس منظر کے بارے میں معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ پھر اس کتاب میں مختلف کتابوں پر

تحقیق و تنقید کے حوالے سے تبصرے بھی شامل ہیں۔ دوسرے حصے میں نثر کے منتخب لکھاریوں کی زندگی کا تعارف اور فنی جائزہ بھی دیا گیا ہے۔

"سکھ لکھاری" ڈاکٹر مجاہدہ بٹ اور صائمہ شعبان نے مشترکہ طور پر لکھی کتاب ادارہ پنجابی لکھاریاں لاہور نے ۲۰۱۵ء میں شائع کی۔ کتاب کے ۲۲۴ صفحات ہیں۔ پہلے باب میں پنجابی ادب کی سکھ روایت پر بات کرتے ہوئے گرو گرنتھ صاحب، ۳۹ سکھ واریں، جنم ساکھیاں، گوشٹاں، ٹیکے اور گرنتھ کی زبان پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ دوسرے باب میں سکھ دھرم کے بارے میں مختلف لکھاریوں کے خیالات بیان کیے گئے ہیں۔ تیسرے باب میں تقریباً ۶۰ سکھ لکھاریوں کی زندگی، تعارف اور کلام کے نمونے شامل کیے گئے ہیں۔

"تاریخ ادبیات پنجاب" قاضی فضل حق کی لکھی کتاب سنگ میل پبلیکیشنز لاہور نے ۲۰۱۸ء میں شائع کی۔ لکھاری نے تقریباً ۲۵۰ شاعروں کی زندگی کا تعارف اور کلام کے نمونے شامل کیے ہیں۔ لکھاریوں کی زندگی کا تعارف اردو میں اور کلام کے نمونے پنجابی زبان میں دیے گئے ہیں۔ پنجابی حصے میں شامل کچھ لکھاریوں کا تعارف اور کلام دونوں پنجابی میں دیا گیا ہے۔

تذکرہ نویسی کی روایت کے اثر کے تحت ان کتابوں کے علاوہ کچھ ادبی ڈائریکٹریاں بھی مرتب کی گئی ہیں۔ پنجابی زبان اور ادب سمیت کسی بھی زبان میں تذکرہ نویسی کے حوالے سے ادبی ڈائریکٹریاں ایک اہم ماخذ کا درجہ رکھتی ہیں کیونکہ ان میں شاعروں اور لکھاریوں کی زندگی کے بارے میں معلومات دی گئی ہوتی ہیں۔ ان ڈائریکٹریوں میں لکھاریوں کے کلام کے نمونے تو شامل نہیں ہوتے لیکن ان کی زندگی کا تعارف، رہائش اور کچھ کے رابطہ نمبر بھی دیے ہوتے ہیں۔ ان میں محفوظ لکھاریوں کی زندگی کے بارے میں معلومات تحقیق کی ضرورت کو پورا کرتی ہیں۔ ان ڈائریکٹریوں کے بارے میں یہاں معلومات دینے کا مقصد یہ ہے کہ ان میں ایک جگہ پر زیادہ تعداد میں شاعروں اور لکھاریوں کا تعارف اور ان کی کتابوں کے بارے میں معلومات ملتی ہیں۔

"پنجابی مصنفین کی ڈائریکٹری" کے لکھاری ریاض احمد شاد ہیں، نیشنل بک کونسل آف پاکستان لاہور نے ۱۹۷۷ء میں یہ ادبی ڈائریکٹری شائع کی۔ کتاب میں پنجابی زبان اور ادب کے لکھاریوں کی زندگی اور تحریروں کے بارے میں مختصر معلومات دی گئی ہیں۔

"سرائیکی مصنفین کی ڈائریکٹری" سجاد حیدر پرویز نے مرتب کی اور ادارہ مجلس سرائیکی مصنفین پاکستان نے ۱۹۹۳ء میں شائع کی۔ اس ڈائریکٹری میں تقریباً ۳۷۵ مصنفین کے بارے میں معلومات دی گئی ہیں۔ جن میں زیادہ تر مصنف پنجاب کے ہیں، ان کے علاوہ وفاق، صوبہ سرحد، سندھ اور بلوچستان کے کچھ مصنف بھی شامل ہیں۔ خواتین مصنفین کے عنوان کے تحت خواتین کے بارے میں بھی معلومات شامل ہیں۔

"پاکستانی اہل قلم کی ڈائریکٹری" نگہت سلیم کی کتاب ادارہ اکادمی ادبیات پاکستان اسلام آباد نے شائع کی۔ کتاب میں پاکستان کی منتخب زبانوں کے اہل قلم لکھاریوں کا تعارف شامل ہے۔ حصہ "پنجابی / سرائیکی" زبان کے ایک باب میں تقریباً ۱۶۰ لکھاریوں کا تعارف دیا گیا ہے۔

"پنجابی لکھاریاں دی ڈائریکٹری" کے مرتب صابر علی صابر ہیں۔ یہ ادبی ڈائریکٹری ادارہ پاکستان پنجابی ادبی بورڈ لاہور نے ۲۰۱۲ء میں شائع کی۔ کتاب کے ۳۲۰ صفحات ہیں۔ مرتب نے اس میں تقریباً ۶۵۰ پنجابی زبان اور ادب کے شاعروں اور لکھاریوں کا تعارف، رہائش، ان کی تحریروں کے نام اور لکھاری کا رابطہ نمبر بھی دیے ہوئے ہیں۔

پنجابی زبان میں تذکرہ نگاری کے بارے میں کی گئی تحقیق یہ بتاتی ہے کہ پنجابی زبان اور ادب میں تذکرہ نگاری کی روایت بہت مضبوط اور بھرپور رہے۔ اگرچہ اوپر دی گئی کتابوں کے عنوان تذکرے سے مماثلت نہیں رکھتے مگر ان کتابوں کا بنیادی مقصد پنجابی زبان اور ادب کے لکھاریوں کے ادبی سرمائے کو محفوظ کرنا ہی ہے۔ پنجابی زبان اور ادب میں تذکرہ نویسی کی روایت کو دیکھنے کے لیے ہم نے اوپر دی گئی کتابوں کا جائزہ لیا۔ اب ہم ان کتابوں کو موضوع کے لحاظ سے مختلف اقسام میں تقسیم کر کے دیکھتے ہیں تاکہ ان کتابوں میں تذکرہ نگاری کی روایت کو آسانی سے سمجھا جا سکے۔

پہلی قسم میں ان کتابوں کو رکھا گیا ہے جن کے عنوان خاص طور پر "تذکرے" کے لفظ پر مبنی ہیں۔ مولا بخش کشتہ اور ڈاکٹر آصف ریاض قدیر کی کتابیں اس کی روشن مثال ہیں۔ ۱۹۶۰ء میں مولا بخش نے ایک جامع تذکرہ لکھ کر پنجابی زبان اور ادب میں تذکرہ نویسی کی مضبوط بنیاد رکھی جس میں ۱۱۷۳ء سے ۱۹۲۳ء تک کے ۳۴۲ شاعروں کو شامل کیا گیا۔ مولا بخش کشتہ نے اس کتاب میں شاعروں کی ترتیب ان کی پیدائش کے سال کے مطابق رکھی۔ تذکرے کے موضوع پر پنجابی زبان میں یہ اولین اور لکھاریوں کے اعتبار سے ایک بھرپور کتاب ہے۔ اس کے تقریباً ۵۲ سال بعد ڈاکٹر آصف ریاض قدیر نے تذکرے کے موضوع پر ایک اور جامع تذکرہ لکھا جس میں پنجابی زبان کے ۳۴۰ شاعروں کو شامل کیا گیا۔

دوسری قسم میں پنجابی زبان میں لکھی گئی ادبی تاریخیں شامل ہیں۔ ان ادبی تاریخوں کے لکھاریوں نے عام طور پر کتابوں کے پہلے حصے میں پنجابی زبان اور ادب کا تعارف اور تاریخ کو بیان کیا ہے جبکہ دوسرے حصے میں شاعروں اور لکھاریوں کا تعارف پیش کیا ہے۔ ان لکھاریوں میں عبدالغفور قریشی، احمد حسین قلعداری، عبدالشکور احسن، حمید اللہ ہاشمی، طاہر تونسوی، فقیر محمد فقیر، اسلم عزیز، سید اختر جعفری اور اسلم رسول پوری شامل ہیں۔ پہلی ادبی تاریخ ۱۹۵۶ء میں عبدالغفور قریشی نے لکھی جس میں ۱۴۰ شاعروں اور لکھاریوں کو شامل کیا گیا۔ پھر ۱۹۷۲ء میں "پنجابی ادب دی تاریخ" میں ۳۴۷ شاعروں اور لکھاریوں کو شامل کیا گیا۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر فقیر محمد فقیر نے بھی اردو میں ادبی تاریخ لکھی جس میں ۳۹۶ لکھاریوں کو شامل کیا گیا۔ ڈاکٹر سید اختر جعفری کی ادبی تاریخ میں ۳۰۰ شاعروں اور لکھاریوں کی معلومات دی گئی ہیں۔ اگرچہ دیگر ادبی تاریخوں میں لکھاریوں کی تعداد کم ہے لیکن یہ سب ادبی تاریخیں پنجابی زبان میں تذکرہ نویسی کی روایت کے حوالے سے بہت اہم ہیں اور تذکرہ نگاری کی روایت کو مزید مضبوط کرتی ہیں۔

تیسری قسم میں وہ کتابیں شامل ہیں جن کے عنوان نہ تو تذکرے کے لفظ پر ہیں اور نہ ہی وہ ادبی تاریخیں ہیں لیکن ان میں تذکرہ نگاری کی جھلک موجود ہے۔ ان کتابوں میں بھی شاعروں اور لکھاریوں کی زندگی کا تعارف اور کلام کے نمونے شامل ہیں۔ ان کتابوں میں پریم کہانی، ہنس جوگ، مہکدے پھل، پنجاب رنگ، سنگی نامہ، نویں ورقے اور گواچے مہاندرے سمیت دیگر کتابیں شامل ہیں۔ اگرچہ ان کتابوں میں شامل لکھاریوں کی تعداد کم ہے لیکن یہ تذکرہ نویسی کی روایت کو زندہ رکھنے میں اہم کردار ادا کرتے ہوئے پنجابی زبان کے ادبی ذخیرے میں اضافہ کرتی ہیں۔

چوتھی قسم میں پنجابی زبان میں لکھے گئے پی ایچ ڈی کے مقالہ جات شامل ہیں جو کتابی صورت میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں ڈاکٹر لاجونتی رام اور ڈاکٹر نصر اللہ ناصر کے نام اہم ہیں۔ سرائیکی شاعری کے ارتقاء پر لکھے گئے مقالے میں نصر اللہ ناصر نے تقریباً ۲۵۰ شاعروں اور لکھاریوں کا تعارف شامل کیا ہے جبکہ ڈاکٹر لاجونتی کے مقالے میں آٹھ صوفی شاعروں کے بارے میں تفصیلات دی گئی ہے۔ یہ مقالات بھی تذکرہ نویسی کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں کیونکہ ان میں بھی شاعروں اور لکھاریوں کی زندگی اور کلام کے نمونے شامل ہیں۔

پانچویں قسم میں وہ کتابیں شامل ہیں جو کسی خاص موضوع یا صنف پر لکھی گئی ہیں جیسے ملتانی مرثیہ، سرائیکی ناول نگاری، وسیبی سخنور، تذکرہ شعرائے نوشاہیہ، آزادی کے بعد پنجابی نظم، پنجابی نثر دی کہانی اور

سکھ لکھاری وغیرہ۔ ان کتابوں کے لکھاریوں نے کسی خاص موضوع یا صنف کے شاعروں اور لکھاریوں کو اپنی اپنی تخلیقات میں شامل کیا ہے جیسے خلش پیر انے مرثیہ کی روایت بیان کرتے ہوئے ۱۱۰ مرثیہ گو شاعروں کو شامل کیا۔ شرافت نوشاہی نے سلسلہ قادریہ نوشاہیہ سے تعلق رکھنے والے ۵۷۵ شاعروں کا تذکرہ کیا۔ ملک شاہ سوار اور اسلم عزیز نے پنجابی نثر کے حوالے سے اہم کام کیا ہے، اسی طرح آزادی کے بعد پنجابی نظم کے موضوع پر زاہد حسن نے ۲۳۰ شاعروں کا جائزہ پیش کیا ہے۔ ان کتابوں کو تذکرہ نویسی کی روایت میں اس لیے شامل کیا گیا ہے کیونکہ ان میں بھی شاعروں اور لکھاریوں کی زندگی اور کلام کے نمونے شامل ہیں۔

چھٹی قسم میں پنجابی زبان میں لکھی گئی ادبی ڈائریکٹریوں کو رکھتے ہیں۔ ان ادبی ڈائریکٹریوں میں پنجابی زبان اور ادب کے شاعروں اور لکھاریوں کی حیاتی کے بارے میں ابتدائی جان پہچان اور اُن کی چھپی اور ان چھپی کتابوں کے بارے میں معلومات دی گئی ہیں۔ ان میں صابر علی کی مرتب کی ہوئی ڈائریکٹری میں ایک جگہ تقریباً ۶۵۰ لکھاریوں کی معلومات ملتی ہیں۔ پھر سجاد حیدر پرویز نے ۳۵۷ لکھاریوں کا تعارف دیا ہوا ہے۔ ان ڈائریکٹریوں میں اگرچہ کلام کا نمونہ شامل نہیں، لیکن ان میں لکھاریوں کی حیاتی کا تعارف، رہائش کے مقامات اور رابطہ نمبر بھی دیے گئے ہیں تاکہ محققین کو لکھاری تک پہنچنے میں آسانی ہو۔ اس لیے انہیں بھی تذکرہ کی روایت میں شامل کیا گیا ہے کیونکہ ان ادبی ڈائریکٹریوں میں ہمیں ایک ہی جگہ بہت سارے شاعروں اور لکھاریوں کی معلومات مل جاتی ہیں۔

اوپر دی گئی تحریروں کی تفصیل کے بعد تذکرہ نویسی کی روایت کو مدنظر رکھتے ہوئے پنجابی زبان میں ادبی حوالے سے ایک اور بھرپور کام ضلعی تاریخوں کی صورت میں ملتا ہے۔ پنجاب کے مختلف اضلاع اور علاقوں پر لکھی گئی ان تاریخوں کا مقصد اس علاقے کی تاریخی، سیاسی، سماجی، ثقافتی اور ادبی ورثے کو محفوظ کرنا ہوتا ہے۔ ایسی تاریخوں میں مقامی ادب کو بھی خاص اہمیت دی جاتی ہے کیونکہ ادب سے وابستہ لوگ اور ان کی تحریریں علاقے کی زبان، ثقافت، تہذیب، لوک گیت، لوک کہانیاں، کہاوتیں، محاورے، پہیلیاں، رسم و رواج اور طرزِ زندگی کی امین ہوتی ہیں۔ کسی بھی علاقے کی تاریخ مقامی ادب کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔ ان ضلعی تاریخوں کے جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض لکھاریوں نے حصۂ ادب میں صرف لکھاریوں کے نام دیے ہیں اور بعض نے مقامی شاعروں اور لکھاریوں کی حیاتی کے بارے میں معلومات اور کلام کے نمونے بھی شامل کیے ہیں۔ ہم نے تذکرہ نویسی کی روایت کے حوالے سے ذیل میں صرف ان ضلعی

تاریخوں کی تفصیلات دی ہے جن میں پنجابی زبان کے شاعروں اور لکھاریوں کا تعارف اور ان کے کلام کے نمونے بھی شامل ہیں۔ کیونکہ ایسی ضلعی تاریخیں ہی تذکرہ نگاری کی تعریف پر پوری اترتی ہیں۔ اشاعت کے سال کی ترتیب کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کتابوں کی کچھ تفصیل یوں ہے

"ضلع مظفر گڑھ: تاریخ، ثقافت، ادب" سجاد حیدر پرویز کی لکھی ہوئی کتاب ہے جسے پاکستان پنجابی ادبی بورڈ لاہور نے ۱۹۸۹ء میں شائع کیا۔ کتاب کے ۹۵۸ صفحات ہیں۔ ضلع مظفر گڑھ کا جغرافیہ، تاریخی پس منظر، اہم مقامات، سیاسی اور مذہبی شخصیات، پودے، جانور، فصلیں، طرزِ زندگی، رسم و رواج کے بارے میں تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ ادبی حصے میں تقریباً ۱۴۰ شاعروں اور لکھاریوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ان لکھاریوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے: پہلے حصے میں پرانے مرحوم لکھاری، دوسرے میں ۱۹۴۷ء سے پہلے پیدا ہونے والے اور تیسرے میں پاکستان بننے کے بعد پیدا ہونے والے لکھاری شامل ہیں۔ آخر میں کتابیات، اشاریہ اور اہم تصاویر بھی کتاب کا حصہ ہیں۔

"ضلع وہاڑی: تاریخ، ثقافت، ادب" کلیم شہزاد کی لکھی ہوئی کتاب ہے جسے پاکستان پنجابی ادبی بورڈ لاہور نے ۱۹۹۴ء میں شائع کیا۔ ۵۶۰ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں ضلع وہاڑی کا تاریخی پس منظر، جغرافیہ، طرزِ زندگی، اہم مقامات، سیاسی، فوجی، ثقافتی، مذہبی اور سماجی اہم شخصیات، دربار، بزرگانِ دین، لوک ادب، محاورے، پہیلیاں، کہاوتیں اور ضلع کی تینوں تحصیلوں کے بارے میں تفصیلی معلومات شامل کی گئی ہیں۔ ادبی حصے میں ضلع وہاڑی کے لکھاریوں کی حیاتی، حالات اور کلام کے نمونے دیے گئے ہیں۔

"ضلع گجرات" ڈاکٹر احمد حسین قریشی قلعہ داری کی کتاب ہے جو پنجابی ادبی بورڈ لاہور نے ۱۹۹۵ء میں شائع کی۔ اس کے ۱۱۰۴ صفحات ہیں۔ مصنف کی طرف سے لکھا گیا دیباچہ "اپنی بات" کے آخر میں ۳۰ دسمبر ۱۹۸۸ء کی تاریخ درج ہے۔ کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں گجرات کی تاریخ، جغرافیہ، نقشے، حدود، طرزِ زندگی، موسم، فصلیں، زمین کی ساخت، تاریخی پس منظر اور سکندر اعظم، مغل، سکھ اور انگریز دور کے بارے میں معلومات دی گئی ہیں۔ دوسرے حصے میں پنجابی شاعری کے ادبی و ثقافتی پس منظر اور سکھ، انگریز اور پاکستانی دور کے شاعروں کا تذکرہ شامل ہے۔

"ضلع بہاولپور" پروفیسر دلشاد احمد کلانچوی کی کتاب ہے جسے پنجابی ادبی بورڈ لاہور نے ۱۹۹۷ء میں شائع کیا۔ اس کے ۳۹۲ صفحات ہیں۔ اس میں ضلع بہاولپور کی تحصیل خیرپور ٹامیوالی، تحصیل حاصل پور، تحصیل احمد پور شرقیہ اور تحصیل یزمان منڈی کی تاریخ، جغرافیہ، طرزِ زندگی، اہم مقامات اور شخصیات کے

بارے میں تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ ادبی حصے میں ضلع بہاولپور کے لکھاریوں کی حیاتی، حالات و واقعات اور کلام کے نمونے بھی شامل ہیں۔

''ضلع خوشاب'' امتیاز حسین امتیاز کی کتاب ہے جسے پاکستان پنجابی ادبی بورڈ لاہور نے ۱۹۹۹ء میں شائع کیا۔ اس کے ۳۵۰ صفحات ہیں۔ اس میں ضلع خوشاب کا تاریخی پس منظر، اہم مقامات، سیاسی، فوجی، ثقافتی، مذہبی اور سماجی شخصیات، جغرافیہ، طرزِ زندگی، دربار، بزرگوں، پہیلیاں، لوک ادب، محاورے اور کہاوتیں شامل ہیں۔ ادبی حصے میں ضلع خوشاب کے لکھاریوں کی حیاتی، حالات و واقعات اور کلام کے نمونے دیے گئے ہیں۔

''تاریخ شیخوپورہ'' ڈاکٹر سید سلطان محمود حسین کی کتاب ہے جسے اظہار سنز لاہور نے ۱۹۹۹ء میں شائع کیا۔ اس کے ۳۱۹ صفحات ہیں۔ اس میں ضلع شیخوپورہ کا تاریخی پس منظر، آباد قومیں، آبادی، سرکاری و نجی ادارے، پرنٹنگ پریس، کتب خانے، مزارات، میلے، اہم مقامات اور قدیم و جدید شخصیات کے بارے میں تفصیل دی گئی ہے۔ ادبی حصے میں اردو اور پنجابی شاعروں کا تذکرہ شامل ہے۔

''ضلع ملتان: تاریخ، ثقافت، ادب'' ڈاکٹر نوید شہزاد کی کتاب ہے جسے پاکستان پنجابی ادبی بورڈ لاہور نے ۲۰۰۱ء میں شائع کیا۔ اس کے ۴۴۸ صفحات ہیں۔ اس میں ضلع ملتان کا تاریخی پس منظر، جغرافیہ، طرزِ زندگی، اہم مقامات، آثارِ قدیمہ، رسم و رواج، اہم شخصیات، دربار، میلے اور لوک گیتوں کے بارے میں معلومات دی گئی ہیں۔ پھر ''ادبی جائزے'' کے باب میں ۱۱۸۸ء سے ۲۰۰۱ء تک کے لکھاریوں کا تذکرہ شامل کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں ملتان کے علاوہ لودھراں، خانیوال، بھکر اور جھنگ کے لکھاری بھی شامل ہیں۔

''ادبی تاریخ ضلع قصور'' ڈاکٹر محمد ریاض انجمن کی کتاب ہے جسے خزینہ علم و ادب لاہور نے ۲۰۰۲ء میں شائع کیا۔ اس کے ۵۶۰ صفحات ہیں۔ آغاز میں ضلع قصور کی علمی اور ادبی تاریخ بیان کی گئی ہے، پھر حروفِ تہجی کی ترتیب سے لکھاریوں کا تعارف، حالاتِ زندگی اور کلام کے نمونے دیے گئے ہیں۔

''تاریخ سوہدرا'' کامران اعظم سوہدروی کی کتاب ہے جسے مہر ہاؤس سوہدرا نے ۲۰۰۸ء میں شائع کیا۔ اس کے ۵۵۰ صفحات ہیں۔ اس میں سوہدرا کی تاریخ اور ادب کے بارے میں تفصیلی معلومات شامل ہیں۔ ادبی حصے میں پنجابی اور اردو شاعروں کا تذکرہ شامل کیا گیا ہے جن میں ۱۰ پنجابی شاعر بھی شامل ہیں۔

''لیہ کی تاریخ'' ناصر ملک اور مدیر ڈاکٹر اختر حسین اختر کی کتاب ہے جسے لہراں ادبی بورڈ لاہور نے ۲۰۰۸ء میں شائع کیا۔ اس کے ۶۲۲ صفحات ہیں۔ اس میں ضلع لیہ کا تعارف، تاریخی پس منظر، محل وقوع،

رقبہ، انتظامی تقسیم، آبادی، اہم مقامات، تھانے، صنعتیں، ریلوے اسٹیشن، تعلیمی ادارے، بینک، اولیاء اکرام، طرزِ زندگی، کھیل، قبیلے اور برادریوں کے بارے میں تفصیلات دی گئی ہے۔ ادبی حصے میں "لیہ دی ادبی شخصیات" کے عنوان کے تحت شاعروں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

"تاریخ جنڈیالہ شیر خان" ویر سپاہی / تیمور افغانی کی کتاب ہے جسے ادارہ وارث پریا جنڈیالہ شیر خان نے ۲۰۰۹ء میں شائع کیا۔ اس کے ۳۳۶ صفحات ہیں۔ جنڈیالہ شیر خان چونکہ سید وارث شاہؒ کی جائے پیدائش ہے اس لیے یہ ضلع شیخوپورہ کا بہت معروف علاقہ ہے۔ اس کتاب کے ادبی حصے میں چند شاعروں کا تعارف، حالات اور کلام کے نمونے دیے گئے ہیں۔

"تاریخ ساہیوال" مشتاق عادل کی کتاب ہے جسے مہکاں پبلشرز ساہیوال نے ۲۰۰۹ء میں شائع کیا۔ اس کے ۲۵۵ صفحات ہیں۔ اس میں ضلع ساہیوال کا تاریخی پس منظر، تحریک آزادی میں کردار، ادبی تاریخ، اہم شخصیات، تعلیمی ادارے، طرزِ زندگی، میلے، دربار اور دیگر موضوعات شامل ہیں۔ ادبی حصے میں شاعروں کا صرف تعارف دیا گیا ہے۔

"تاریخ علی پور: قبل مسیح تا ۲۰۰۱ء" عارف حسین ملک کی کتاب ہے جسے جھوک پبلشرز ملتان نے ۲۰۱۰ء میں شائع کیا۔ اس کے ۱۹۵ صفحات ہیں جس میں ضلع مظفر گڑھ کی تاریخی تحصیل علی پور کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ اس میں جغرافیہ، تاریخ، زراعت، تعلیم، سیاست، قبائل، مزارات اور اہم شخصیات کے بارے میں معلومات دی گئی ہیں۔ ادبی حصے میں اردو، پنجابی اور سرائیکی شاعروں کا تذکرہ شامل ہے۔

"تاریخ ضلع بہاولنگر" (معلوم سے معدوم تک) سلیم شہزاد کی کتاب ہے جسے بک ہوم پبلشرز لاہور نے ۲۰۱۱ء میں شائع کیا۔ اس کے ۲۲۳ صفحات ہیں۔ اس میں ضلع بہاولنگر کا تاریخی پس منظر، لوگ، قبائل، سیاست اور بزرگوں کے بارے میں معلومات شامل ہیں۔ ادبی حصے میں لکھاریوں کا مختصر تعارف اور کلام کے نمونے دیے گئے ہیں۔

"پنجاب شہر شہر گاؤں گاؤں سرگودھا" عابد گوندل کی کتاب ہے جسے نگارشات پبلشرز لاہور نے ۲۰۱۵ء میں شائع کیا۔ اس کے ۶۶۴ صفحات ہیں۔ تاریخی حصے میں ضلع سرگودھا کی تحصیلوں کے رسم و رواج، قبائل، سیاسی، علمی، دینی اور ادبی شخصیات، سرکاری تعلیمی ادارے، ریڈیو پاکستان، ادبی و فلاحی تنظیمیں

اور اہم مقامات کے بارے میں معلومات دی گئی ہیں۔ حصہ ٔ ادب میں سرگودھا ضلع کے لکھاریوں کا تعارف اور کلام کا نمونہ شامل کیا گیا ہے۔

''تذکرہ شعراء منڈی بہاؤالدین'' پروفیسر اکبر علی غازی کی لکھی کتاب ہے جسے ادارہ پنجابی لکھاریاں جیا موسیٰ شاہدرہ لاہور نے ۲۰۱۵ء میں شائع کیا۔ اس کے ۴۶۴ صفحات ہیں۔ کتاب میں شاعروں کا تعارف اور کلام کا نمونہ شامل ہے۔ ان میں پنجابی زبان کے ۲۳۷، فارسی زبان کے ۲۰ اور انگریزی زبان کے ۸ شاعر شامل ہیں۔ آخر میں جن شاعروں کا کلام شامل نہیں، ان کے نام بھی دیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ شاعروں کے رابطہ نمبر بھی دیے گئے ہیں۔ مصنف کا اپنا تعارف بھی کتاب کے آخر میں بطور شاعر شامل کیا گیا ہے۔

''ضلع شیخوپورہ کے ادبی ستارے'' کے لکھاری حاجی فقیر اثر انصاری فیض پوری / حاجی محمد لطیف کھوکھر ہیں۔ ادارہ وفائے پاکستان ادبی فورم لاہور نے یہ کتاب ۲۰۱۶ء میں شائع کی جس کے ۳۴۰ صفحات ہیں۔ کتاب میں ضلع شیخوپورہ کے شاعروں اور لکھاریوں کا تعارف اور کلام کا نمونہ شامل کیا گیا ہے۔ لکھاریوں کے تذکرے سے پہلے ضلع شیخوپورہ اور اس کی تحصیلوں اور نمایاں اہم جگہوں کے بارے میں معلومات بھی دی گئی ہیں۔

''احمد پور میں سرائیکی غزل'' کے لکھاری عبدالباسط بھٹی ہیں، یہ کتاب ملتان انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اینڈ ریسرچ نے ۲۰۱۶ء میں شائع کی۔ کتاب کے ۲۵۶ صفحات ہیں۔ غزل کیا ہے، اس کی تعریف، غزل کے موضوع اور احمد پور شرقیہ کے تاریخی پس منظر کے بارے میں معلومات دی گئی ہیں۔ حصہ ٔ ادب میں ضلع بہاولپور کی تحصیل احمد پور شرقیہ کے نمایاں غزل لکھنے والے شاعروں کا تذکرہ شامل کیا گیا ہے۔

''فیصل آباد کی پنجابی نعت'' ڈاکٹر سعادت علی ثاقب کی لکھی کتاب شعبہ پنجابی اورینٹل کالج پنجابی یونیورسٹی لاہور نے ۲۰۱۷ء میں شائع کی، اس کے ۲۰۰ صفحات ہیں۔ یہ ڈاکٹر صاحب کا ایم اے پنجابی کا مقالہ ہے جسے کتابی صورت میں شائع کیا گیا۔ شروع میں فیصل آباد کے تاریخی پس منظر اور نعت کی مختصر تاریخ کے بارے میں معلومات دی گئی ہیں۔ پھر تقریباً ۹۰ نعت گو شاعروں کا حیاتی تعارف اور نعتیہ کلام کا نمونہ دیا گیا ہے۔

"تحصیل جلال پور جٹاں کے پنجابی شاعروں کا تذکرہ" رائے فصیح اللہ جرال کی لکھی کتاب پاک کشمیر لائبریری اسلام گڑھ نے ۲۰۱۷ء میں شائع کی۔ کتاب کے ۱۲۸ صفحات ہیں۔ ضلع گجرات کی تحصیل جلال پور جٹاں کے پنجابی شاعروں کا تذکرہ اس کتاب میں شامل ہے۔ آخر میں کتابیات بھی شامل ہے۔

"امر تسری لکھاری" کے لکھاری ڈاکٹر میاں ظفر مقبول ہیں، یہ کتاب بزم مولا شاہ، اسلام پورہ لاہور نے ۲۰۱۸ء میں شائع کی۔ ضلع امر تسر سے تعلق رکھنے والے ۳۳۵ لکھاریوں کا تذکرہ اس کتاب کا حصہ ہے۔

"اساں چُپ نہیں وٹنی دھرتی تے" کے لکھاری صغیر تبسم ہیں، یہ کتاب ۲۰۲۱ء میں پرنٹ میڈیا پبلیکیشنز لاہور نے شائع کی۔ کتاب کے ۲۸۰ صفحات ہیں۔ کتاب میں ضلع بہاولنگر کے اردو / پنجابی شاعروں کا تذکرہ شامل ہے۔

"تذکرۂ شعرائے لیہ" جسارت خیالی کی لکھی کتاب رنگ ادب پبلیکیشنز کراچی نے ۲۰۲۲ء میں شائع کی۔ کتاب کے ۱۹۲ صفحات ہیں۔ ضلع لیہ کے اردو اور سرائیکی زبان کے نمایاں شاعروں کا تعارف، حالاتِ زندگی، واقعات اور کلام کے نمونے شامل کیے گئے ہیں۔

"تاریخ منچن آباد" ارشاد احمد عباسی نے لکھی۔ اشاعت کا سال اور پبلشر کا نام درج نہیں لیک لکھاری کا مکمل پتہ اور موبائل نمبر دیا گیا ہے۔ کتاب کے ۲۸۹ صفحات ہیں۔ ضلع بہاولنگر کی تحصیل منچن آباد کا حدود اربعہ، تاریخی پس منظر، قدیم اور نمایاں جگہیں، ذات برادریاں، سیاسی، سماجی، مذہبی شخصیات، عرس، میلے اور درباروں کے بارے میں معلومات دی گئی ہیں۔ ادبی حوالے سے "یادِ رفتگان اہل قلم" کے عنوان کے تحت گیارہ پرانے اور نمایاں پنجابی / اردو شاعروں کا تعارف، واقعات اور کلام کا نمونہ دیا گیا ہے۔

"تحصیل کوٹ چھٹہ ادب و ثقافت کے آئینے میں" کے لکھاری دلبر حسین مولائی ہیں، یہ کتاب سچ ٹائمز پبلیکیشنز ملتان نے شائع کی، اشاعت کا سال درج نہیں۔ کتاب کے ۱۱۲ صفحات ہیں۔ ڈیرہ غازی خان کی تحصیل کوٹ چھٹہ کا تاریخی پس منظر، رقبہ، علاقے، اہم اور تاریخی مقامات، تھانے، مزار، مدارس، سکول، ڈاکٹرز، امام بارگاہ، صحافت اور حکومتی نمائندوں کے بارے میں معلومات دی گئی ہیں۔ ادبی حصے میں اردو اور پنجابی / سرائیکی زبان کے نمایاں شاعروں کا تعارف اور کلام کا نمونہ دیا گیا ہے۔

"تاریخ فتح پور" محمد وقاص زعیم نے لکھی، یہ کتاب الرفیق افضالی پریس فیصل آباد نے شائع کی۔ کتاب پر اشاعت کا سال نہیں لکھا ہوا۔ کتاب کے ۲۱۶ صفحات ہیں۔ کتاب میں ضلع لیہ کی تاریخی جگہ فتح پور

کا تاریخی پس منظر، قبیلے، اہم مقامات، میلے، سرکاری اور پرائیویٹ ادارے، اولیائے کرام اور فتح پور کے شہداء کے بارے میں معلومات دی گئی ہیں۔ کتاب کے ادبی حصے میں فتح پور کے اردو / پنجابی شاعروں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ آخر میں لکھاری کی طرف سے "حرف آخر" کے بعد کتابیات بھی شامل ہے۔

"تذکرہ شعرائے پوٹھوہار" کے مصنف محراب خاور ہیں، یہ کتاب مقصود پبلشرز لاہور نے ۲۰۲۲ء میں شائع کی، کتاب کے ۲۰۸ صفحات ہیں۔ کتاب میں سی حرفی روایت پر بات کرتے ہوئے سی حرفی لکھنے والے شاعروں کا تذکرہ شامل ہے۔ پھر کتاب کے دوسرے حصے میں چومصرعہ کے پس منظر پر بات کرتے ہوئے چومصرعہ لکھنے والے شاعروں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ کتاب کا متن اردو میں اور کلام کا نمونہ پنجابی میں ہے۔

پنجاب کے مختلف ضلعوں اور علاقوں پر لکھی گئی یہ تاریخیں پنجابی زبان اور ادب میں تذکرہ نگاری کی روایت کو مزید مضبوط کرتی ہیں۔ ان کتابوں کے توسط سے کسی بھی علاقے کے لکھاریوں کے بارے میں مکمل معلومات ایک ہی جگہ پر مل جاتی ہیں۔ ان ضلعی تاریخوں کی وجہ سے مقامی لوک ادب محفوظ ہوا ہے اور پنجابی ادبی روایت کی زرخیزی میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ پنجابی زبان اور ادب میں تذکرے، ادبی تاریخیں، کتابیں، مقالے، ڈائریکٹریاں اور ضلعی تاریخوں نے تذکرہ نگاری کی روایت کو مضبوط اور جاندار بنایا ہے۔ ان تمام کتابوں کے ذریعے ہمیں پنجابی زبان میں تذکرہ نگاری کی روایت اپنے پورے قد کے ساتھ کھڑی نظر آتی ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) گیان چند، ڈاکٹر۔ اردو کی ادبی تاریخیں (کراچی: انجمن ترقی اردو، ۲۰۰۰ء)۱۰۳۔

(۲) فرمان فتح پوری، ڈاکٹر۔ "تذکروں کا تذکرہ نمبر" نگار، (کراچی: گارڈن مارکیٹ، مئی ۱۹۶۴ء)۴۰۔

(۳) طارق مختار۔ عربی تذکرہ نگاری کا ارتقاء (ابتدا سے عہد عباسی تک) (علی گڑھ: یاسر پبلشنگ ہائوس، ۲۰۰۲ء)۲۵۔

(۴) فرمان فتح پوری، ڈاکٹر۔ اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۲ء)۱۷۔

(۵) فرمان فتح پوری، ڈاکٹر۔ اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۲ء)۳۲

(۶) سید عبد اللہ، ڈاکٹر۔ شعرائے اردو کے تذکرے اور تذکرہ نگاری کا فن (لاہور: مکتبہ خیابانِ ادب، ۱۹۵۲ء)۳۔

(۷) لطف علی، مرزا۔ تذکرہ گلشن ہند۔ عطا کاکوی (مرتب) (پٹنہ: عظیم الشان بک ڈپو، ۱۹۷۲ء)۳۔

(۸) عبداللہ،سید،ڈاکٹر۔ شعرائے اردو کے تذکرے اور تذکرہ نگاری کا فن(لاہور: مکتبہ خیابان ادب۔۱۹۶۸ء)۹۔

(۹) علی ابراہیم خان۔ تذکرہ گلزارِابراہیم۔ سید محی الدین قادری زور،ڈاکٹر(مرتب)(علی گڑھ: مسلم یونیورسٹی، ۱۹۳۴ء) ۳۲۔

(۱۰) حنیف نقوی،ڈاکٹر۔ شعرائے اردو کے تذکرے: نکاتِ الشعراء سے گلشن بے خار تک(انڈیا: بنارس ہندو یونیورسٹی، س۔ن)۴۷۔

Bibliography

1. Dr. Gayyan Chand, Urdu ki Adbi Tareekhain, (Karachi: Anjuman Taraqi Urdu, 2000). P.103
2. Dr. Farman Fatahpuri, “Tazkiroo ka Tazkira Number”, Nigar, (Karachi: Garden Market, 1964). P. 40.
3. Tariq Mukhtar, Arabi Tazkira Nigari ka Irtaqa (AliGarh: Yasir Publishing House, 2002).p.25
4. Dr. Farman Fatahpuri, Urdu Shuara kay Tazkiry or Tazkira Nigari, (Lahore: Majlis Taraqi Adab, 1972). P.17
5. Same, p. 32
6. Dr. Syed Abdullah, Urdu Shuara kay Tazkiry or Tazkira Nigari ka fun, (Lahore: Maktaba Khayaban Adab, 1952). P.3.
7. Lutaf Ali, Mirza- Tazkira Gulshan Hind, Edited by Atta Kakavi (Patna: Azeem ul Shan Book Depot, 1972). P. 3.
8. Dr. Syed Abdullah, Urdu Shuara kay Tazkiry or Tazkira Nigari ka fun, (Lahore: Maktaba Khayaban Adab, 1968). P.9.
9. Khan, Ali Ibrahim Khan, Tazkira Gulzar e Ibrahim, Edited by Dr Syed Mohiuddin Qadri Zor, (AliGarh: Muslim University, 1934). P. 34
10. Dr. Hanif Naqvi, Shuara Urdu kay Tazkiry: Nikat ul Shuara say Gulshan Bay Khar Tak, (India: Banaras University). P. 47.

❖❖❖